امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۱۸؍شوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۳۱؍مئی ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 22-18

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
■ وہ کیا گئے کہ رونق گلشن چلی گئی
■ حضرت امیر شریعت سابع......
■ فلسطین؛ خون صد ہزار انجم سے......
■ فکر اقبال معنویت عصر حاضر میں
■ تعلیم کے میدان میں......
■ نوجوان مستقبل کا سرمایہ ہے

مسلمان ہونے کی سب سے بڑی نشانی

امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ صاحب رحمانیؒ

دینی بھائیو! ہم لوگ مسلمان ہیں او اسلام کو ماننے والے کہلاتے ہیں، لیکن ہم نے کبھی سوچا کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ اور مسلمان کی کیا پہچان ہے؟ تم اپنے کو مسلمان کہتے ہو، تمہارے اندر مسلمان ہونے کی کیا علامت اور کیا پہچان ہے؟ اسلام کی کون سی خوبی ہے جسے دیکھ کر تمہارا مسلمان ہونا معلوم ہو؟ تمہارے اندر اگر اسلام کی خوبی نہیں، پہچان نہیں اس کے باوجود اگر تمہارا دعویٰ اپنے متعلق مسلمان ہونے کا ہے تو تمہارا دعویٰ بے سود اور غلط ہے۔

دیکھو! میں اگر اپنے متعلق تم سے یہ کہوں کہ میں بڑھئی ہوں تو تم مجھ سے میز، کرسی اور چوکی بنواؤ تو تمہاری نظر پہلے میرے سامان کی طرف جائے گی، تم میرے سامان میں بڑھئی کا اوزار تلاش کروگے، اگر تم کو میرے پاس بڑھئی کا سامان نہیں ملے تو تم میرے بڑھئی کہنے کا اعتبار نہ کروگے، اور تم مجھے میز، کرسی، اور چوکی بنانے کے لیے نہیں دوگے اور یہ کہوگے کہ یہ شخص غلط کہتا ہے، اگر یہ شخص واقعی بڑھئی ہوتا تو اس کے پاس بڑھئی کے اوزار ہوتے، بڑھئی کے اوزار نہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ یہ شخص بڑھئی نہیں ہے۔

غور کرو جب بڑھئی بغیر اوزار کے بڑھئی نہیں، لوہار لوہاری کے ہتھیار بغیر لوہار نہیں سمجھا جاتا تو تم اپنے اندر مسلمان ہونے کی نشانی رکھے بغیر مسلمان کیسے کہلاؤگے۔ اگر لوہار کو لوہار کہلانے کے لیے لوہاری اوزار رکھنا ضروری ہے، ایک بڑھئی کو بڑھئی کہلانے کے لیے بڑھئی کے اوزار رکھنا لازمی ہے، تو تم کو مسلمان کہنے کے لیے مسلمان کی پہچان رکھنا ضروری ہے، ورنہ جس طرح آج تم لوہار کو لوہاری اوزار نہ رکھنے کی بناء پر لوہار نہ سمجھ کر نکال دوگے اسی طرح کل قیامت میں اللہ تعالیٰ تمہارے اندر مسلمانی علامت نہ دیکھ کر تمہیں نکال دیں گے۔ ہم زمانہ سے مسلمان ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں، لوگ بھی ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں، لیکن وہ کون سی علامت ہے جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ بھی ہمیں مسلمان سمجھے، وہ کون سی پہچان ہے جس سے ہم اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی مسلمان کہلائیں؟

میں یہاں مسلمان کی بنیادی نشانی بیان کرتا ہوں: مسلمان ہونے کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ اس کی پیشانی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے اور کسی کے سامنے نہیں جھکے، وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرے، کسی سے نہیں ڈرے۔

ہمارا حال کیا ہے؟ ہماری پیشانی سب کے سامنے جھکتی ہے، اگر نہیں جھکتی ہے تو اللہ کے سامنے، ہم کو سب کا ڈر ہے، اگر نہیں ہے تو صرف اللہ کا، میں ذرا اس کی وضاحت کردوں، بات صاف ہوجائے گی، میں جو کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے، بلا وجہ نہیں کہتا اس کی وجہ ہے، اللہ تعالیٰ کا خوف ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے حکم کی بجا آوری میں کسی کا ڈر روک نہ بنے، اس کی آزمائش کا بہترین وقت وہ ہوتا ہے جب تم کسی حاکم کے پاس ہوتے ہو اور نماز کا وقت ہوجاتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری ہونی چاہیے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ حاکم کا رعب و دبدبہ حکم الٰہی کی بجا آوری سے تم کو روک دیتا ہے۔

اب فیصلہ کرو! تم پر کس کا خوف غالب ہے؟ تم کس سے زیادہ ڈرتے ہو؟ مالک کائنات سے یا ایک تھانہ کے حاکم سے؟ صحیح معنی میں اگر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا تو اس کے حکم کی بجا آوری کے لیے دوڑ پڑتے، کسی کے کچھ کہنے سمجھنے اور کرنے کا خیال نہیں کرتے، تم سورہ فاتحہ روز پڑھتے اور سنتے ہو' ایاک نعبد وایاک نستعین' (اللہ! تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) کا اقرار ہر وقت سورۂ فاتحہ کی قرأت پر کرتے ہو، لیکن تمہارا حال کیا ہے، تم کس کس کی عبادت نہیں کرتے ہو، اور کس کس سے مدد نہیں چاہتے ہو، تم کو جس سے کام نکلنے اور بننے کی امید نظر آتی ہے سب کی عبادت کرتے اور سب سے مدد چاہتے ہو۔ نفس پرستی اور آباء پرستی، شخصیت پرستی، قبر پرستی تم ان میں سے کس کی پرستش نہیں کرتے؟ کس کو حاجت روا نہیں سمجھتے؟

عورت کا بچہ جب بیمار ہوتا ہے تو اس وقت اس کی حالت دیکھنے کی قابل ہوتی ہے، بچہ کی صحت یابی کے لیے جو طریقہ اختیار کرنا پڑے کرلیتی ہے، اور حد یہ کہ شفایابی کی امید اگر کفریہ شرکیہ طریقہ اختیار کرنے میں نظر آئے تو اس طریقہ کو اختیار کرنے سے بھی باز نہیں رہتی، ڈائین، اوجھا کو جھاڑ کر منتر کے لیے بلالیتی ہے، بھگتی تھان پر خصی پاٹھا چڑھا دیتی ہے اور دیوی دیوتا تک کی دہائی مانگ لیتی ہے، بچہ جس جتن سے شفایاب ہو ہر طریقے اختیار کرلیتی ہے۔

بھلا بتاؤ تو کیسے ہو، اللہ تعالیٰ سے شفا نہیں چاہتے، اس سے مدد نہیں چاہتے، اس کے سامنے اپنا دکھ درد نہیں رکھتے، غیروں سے مدد چاہتے ہو، اور حاجت روائی چاہتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ مانتے ہو!!

تم جانتے ہو اس وقت اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے کہ ہمارا بندہ جسے ہم نے ساری ضروریات زندگی بہم پہونچائیں، ہم کو چھوڑ کر غیروں سے مانگتے پھرتا ہے، ہمارے در پر آنے کے بجائے دوسروں کے در کی خاک چھانتا پھرتا ہے، تم اپنے اس عمل سے اللہ تعالیٰ کو ذلیل کرتے ہو، ایک رئیس زادہ اگر دوسروں سے کپڑے اور کھانے کی بھیک مانگے تو اس کے شریف باپ کو کس قدر دھچکا لگے گا، باپ سوچے گا کہ جب اس کو کھانا ہم دیتے ہیں کپڑا ہم دیتے ہیں، رہنے کو مکان ہم دیتے ہیں تو اس کو کمی کس چیز کی ہے کہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔

شرک کو ظلم عظیم اسی لیے کہا گیا کہ شرک کا مرتکب خدا کی خدائی کو اپنے رویہ سے کمزور ثابت کرتا ہے، اور اس کو قادر مطلق نہیں سمجھتا، یا یوں کہئے کہ خدا کو اس لائق تصور نہیں کرتا کہ وہ اس کی ساری ضرورتیں پوری کرسکے، اور مراد برلائے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کو حد درجہ ناگوار ہے کہ اس کا بندہ غیر سے مدد کا طالب ہو اور اس کے سوا کسی سے استعانت چاہے، اس جرم کا مرتکب اسلام کی نظر میں مشرک ہے، اللہ تعالیٰ انسان کے دوسرے گناہوں کو معاف کرسکتے ہیں، لیکن شرک کرنے والے کی کبھی مغفرت نہیں کریں گے، مشرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے: "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء" (اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کو معاف نہیں کریں گے، اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کو چاہیں گے معاف کردیں گے۔)

اگر دل میں شرک ہے، یعنی خدا کی محبت کے ساتھ غیر کی محبت بھی رچی بسی ہے، خدا کو دل میں جگہ دینے کے ساتھ دوسروں کو بھی جگہ دے رکھی ہے تو یہ بھی شرک ہے۔ ہمارے مسلمان ہونے کی یہی پہچان ہے، اگر صرف اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہے دل میں اللہ تعالیٰ بسا ہے تو ہم مسلمان ہیں، اور اگر دل میں اللہ نہیں ہے، دنیا اور دنیا کی چیز ہے تو ہم مسلمان نہیں۔

برائیاں اسی لیے کرتے ہیں کہ دل میں اللہ نہیں، جب دل میں اللہ ہوگا تو رات کے وقت دوسروں کے کھیت میں بھینس نہیں چراؤگے، ناجائز کو جائز اور حرام کو حلال نہیں سمجھوگے، کسی کا نقصان نہیں سوچوگے اور نہ کسی کو تکلیف پہنچاؤگے۔

آج تم نے اپنے دل میں ہر چیز کو جگہ دے رکھی ہے، مال و دولت کو گھسا رکھا ہے، بال بچوں کو داخل کرلیا ہے، ساز و سامان کو بسالیا ہے، اور اگر تمہارے دل میں کسی کے لیے جگہ نہیں ہے تو وہ اللہ ہے، شرک کے معنی صرف بتوں کی عبادت ہی کے نہیں بلکہ دل میں خدا کے سوا دوسروں کو بسانا بھی شرک ہے۔

ایک حدیث ہے گو یہ کمزور روایت ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ "مومن کا دل اللہ کا عرش ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو جگہ نہیں دے سکتے، اور اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں بٹھا سکتے، اس کو ایک مثال سے سمجھو۔ ایک شخص نے تم کو رہنے سہنے کے لیے آٹھ کمرے دیے دیئے اور ایک کمرہ آٹھ کے سوا اس نے اپنے لیے رکھا، تم کو اس میں رہنے سہنے کے لیے منع کردیا، اب اگر تم ان آٹھ کمروں میں رہنے سہنے کے ساتھ اس نویں میں بھی رہنا شروع کردو تو یہ کتنا بڑا ظلم ہوگا، ٹھیک اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی جسم کے تمام اعضاء ناک، کان، آنکھ، ہاتھ، تمہیں عطا فرمائے ان کا مالک تمہیں بنایا اور ان کو استعمال کرنے کی اجازت دی، اور دل کے متعلق یہ کہا کہ یہ میرا گھر ہے اس کو میرے لیے خالی رکھنا اس میں میرے سوا کوئی داخل نہ ہو اور کسی کا اس میں بسیرا نہ ہو۔ اب بتاؤ کہ دل میں جو دنیا بھر کی چیزوں کو تم نے بسا رکھا ہے یہ ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ تم جو دل میں خدا کے ساتھ دنیا بھر کی چیزوں کو جمع کئے ہو یہ شرک کی ایک قسم ہے۔

تم برائی اسی لیے کرتے ہو کہ تمہارے دل میں اللہ نہیں ہے، ورنہ تم کبھی ظلم و زیادتی نہیں کرتے، کسی کا مال نہیں دباتے، ذخیرہ اندوزی سے پرہیز کرتے، بخیل و کنجوس نہیں ہوتے، اس کی بجائے فراخ دست و کشادہ دل ہوتے، غریب پروری اور محتاجوں کی خبر گیری تمہارا شعار ہوتا، حاجت مندوں کی حاجت روائی تمہارا شیوہ ہوتا، خدمت خلق کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرنا تمہارا نصب العین ہوتا۔ (بقیہ صفحہ ۷؍پر)

اچھی باتیں

☆ دکھاوے کی خوبیاں، خامیوں سے بھی بدتر ہوتی ہیں، سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہم اپنی خامیوں سے آگاہ ہوجائیں ☆ اذان کی آواز پر دوکانیں بند نہیں ہوتیں، لیکن ایک گولی کی آواز پر پورا بازار بند ہوجاتا ہے، موت کا ڈر ہے لیکن: جس کے ہاتھ میں موت ہے اس کا ڈر نہیں ہے ☆ اچھے لوگوں کی اچھی عادتوں میں سے ایک دوسرے کو اچھے لفظوں میں یاد کرنا بھی ہوتا ہے ☆ جتنے سجدے جوانی میں کرسکتے ہو کرلو، میں نے بڑھاپے میں لوگوں کو اکثر سجدے کے بغیر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

قبرستان ہو یا شمشان، آج اپنی زرخیزی سے نالاں ہوچکے ہیں، شمشان سے اٹھتی آگ کی لپٹیں، انسانی زندگی کے جنگل میں لگی آگ کا پتہ بتارہی ہیں، ان جگہوں میں ایسے لوگ بھی چلے گئے جن کو نہ غسل نصیب ہوا اور نہ اپنوں کی مکھ اگنی، انسانیت ایسی گری کہ اپنے بھی ساتھ چھوڑ دیے، آخری رسوم کے خرچ سے بچنے کے لیے نعش کو ندیوں میں بہا دینے کو ہی بھلا سمجھا گیا۔ (سرفراز عالم۔ قومی تنظیم ۲۵؍مئی ۲۰۲۱ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

یہ دنیا دارالعمل ہے

وہ ذات بڑی بابرکت ہے، جس کے قبضہ میں کائنات کی بادشاہت ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، جس نے زندگی اور موت کو پیدا کیا، تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے، اور وہ غالب اور خوب بخشنے والا ہے۔ (سورۃ الملک ۲)

وضاحت : انسانی زندگی کی تخلیق کا بنیادی عنصر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع بنا دینا ہے، اس طرح جس نے دنیاوی زندگی کو احکام الٰہی کے مطابق گزاری، موت کے بعد اس کی زندگی عیش و تنعم کی زندگی ہوگی، اور جس نے اس دنیا کو لہو و لعب اور خرافات میں گنوادی، وہ قیامت کے دن اپنے کرتوت پر سخت سزا پائے گا، گویا یہ دنیا دارالعمل ہے، یہاں جو کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا، اب عمل تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کے یہاں اخلاص وللّٰہیت کی قیمت ہے ،اس سے معلوم ہوا کہ اللہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ کس کا عمل زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک کسی عمل کی مقدار کا زیادہ ہونا قابل توجہ نہیں، بلکہ عمل کا اچھا اور صحیح ہونا معتبر ہے، اسی لیے قیامت کے دن انسان کے اعمال کو گنا نہیں جائے گا، بلکہ تولا جائے گا، جس میں بعض ایک ہی عمل کا وزن ہزاروں اعمال سے بڑھ جائے گا، (معارف القرآن) آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا ہر بندہ آزمائش سے دوچار ہوتا ہے، اور اس کے آزمائشی مراحل بھی اسی معیار کے ہوتے ہیں، اللہ نے انبیاء کرام، اولیاء اور اتقیاء کو بھی مصائب و شدائد سے آزمایا، لیکن انہیں اس مقام و منصب کے مطابق استحکام کا وصف بھی پیدا کیا، یہی سنت اللہ بھی ہے کہ وہ عام انسانوں کو بھی دشوار گزار مراحل سے گزارے گا، اپنوں اور غیروں کی طرف سے اعتراضات واختلافات کے وار کیے جائیں گے، یہاں تک کہ حکومت وقت کی ستم رانیوں کا بھی نشانہ بنانا پڑے گا، مومن بندہ کو ان تمام مشکل حالات میں ایمانی قوت اور حکمت و تدبر کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے، نہ تو ظلم و ستم کو برداشت کرنا ہے اور نہ مظلوم بن کر زندگی گزارنی ہے، بلکہ اس کے لیے عملی اقدامات کرنے ہیں، عقلی و سیاسی طریقے سے بھی مزاحمت کرنی ہے اور رجوع وانابت الی اللہ کے ذریعہ بھی، بلاشبہ اس وقت ہندوستانی مسلمان دشوار گذار مراحل سے گزر رہے ہیں، وہ اس بات کے لیے مبارکباد کے بھی مستحق ہیں کہ اس کے لیے جو سیاسی حکمت عملی اختیار کرنی چاہئے وہ بھی اختیار کررہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ اللہ رب العزت سے اپنے تعلق کو استوار کریں، دعاء و مناجات اور تسبیح و اوراد و اذکار بھی اہتمام کریں، حدیث شریف میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عوف بن مالک کو مصیبت سے نجات اور حصول مقصد کے لیے یہ تلقین فرمائی کہ کثرت کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کریں، حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ دینی و دنیاوی ہر قسم کے مصائب اور مضرت سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اس کلمہ کی کثرت، بہت مجرب عمل ہے اور اس کثرت کی تعداد حضرت مجدد الف ثانیؒ یہ بتلائی کہ روزانہ پانچ سو مرتبہ یہ کلمہ لاحول ولاقوۃ پڑھا کرے اور سو سو مرتبہ درود شریف اس کے اول و آخر میں پڑھ کر اپنے مقصد کے لیے دعا کیا کرے، بزرگان دین نے استغفر اللہ ربی سو مرتبہ پڑھنے کی بھی تلقین کی ہے، اگر ہر مسلمان موجودہ حالات میں ان درودوں، دعاؤں کا ورد کرتا ہے تو یقین مانئے مصائب و مشکلات کے بادل چھٹیں گے اور دینی و دنیاوی مقاصد میں کامیابی ملے گی، اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ اپنے مومن بندہ کو ضائع نہیں کرے گا۔

مرض کا علاج کرائیے

حضرت اسامہ بن شریک سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم علاج ومعالجہ کیا کریں، حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ہاں، ضرور کیا کرو ،اے اللہ کے بندو! علاج کیا کرو کیونکہ اللہ نے نہیں رکھی کوئی بیماری مگر اس کے لیے شفا رکھی ہے، یا یہ فرمایا کہ دوا بھی رکھی، سوائے ایک بیماری کے، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہؐ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بڑھاپا (ترمذی شریف)

وضاحت: صحت و تندرستی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے، صحت مند انسان زندگی کے مختلف میدان میں سرگرم عمل رہتا ہے، عبادت و ریاضت سے لے کر رزق حلال کے لیے جدوجہد اور تگ ودو میں لگا رہتا ہے، اور خوشی و مسرت کی زندگی بسر کرتا ہے، اس کے بالمقابل بیمار آدمی کی توانائی اور قوت مضمحل ہوجاتی ہے، اور وہ بسا اوقات چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوجاتا ہے، اس کی ساری عمل سرگرمیاں معدوم ہوچکی ہوتی ہیں، اس لیے وہ اکثر بستر پر آرام کررہا ہوتا ہے، ایسے مریض انسان کے لیے شریعت اسلام کا حکم ہے کہ وہ اپنے مرض کا علاج کرائے، صحت و قوت کی بحالی کے لیے تدبیر اور حکمت اختیار کرے صرف قضا و قدر پر بھروسہ کرکے نہ بیٹھ جائے، اور نہ ہی زندگی سے مایوس ہوجائے، بلکہ جس ذات باری تعالیٰ نے بیماری لاحق کی ہے اس نے اس بیماری کی دوا بھی پیدا کی ہے، صحیح وقت پر ماہر فن اطباء سے دوا علاج کرائے، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے نو وارد اعرابی سے کہا کہ بیماری کا ضرور علاج کراؤ کیونکہ اللہ نے ہر بیماری کی دوا بھی پیدا کی ہے، ''و اذا مرضت فھو یشفین'' جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے اچھا بھی کرتا ہے، معلوم ہوا کہ دوا و علاج کرنا مستحب ہے اس سے ہرگز پہلو تہی نہ اختیار کی جائے، البتہ دوا بھی زود اثر اسی وقت ہوگی جب کہ اللہ کا حکم ہو، بغیر اذن الٰہی کے دوا موثر نہیں ہوسکتی، جب اللہ چاہے علاج موثر ہوتا ہے، اور جب نہیں چاہتے ہیں ہزار تدابیر کے باوجود علاج موثر نہیں ہوتا، بہت سے لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں آدمی کا صحیح علاج نہیں ہوا ہے اس لیے وہ مرگیا، یہ بالکل لغویات ہے، اگر اس کی صحت اور زندگی مقدر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرما دیتے، ہاں ایک بیماری ایسی ہے جس کا علاج نہیں ہے اور وہ بڑھاپا ہے، اور بعض روایتوں میں موت کا لفظ آیا ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے، یا یوں سمجھئے بڑھاپے کا انجام ہی موت ہے، جس طرح قدیم درخت کی جڑ کمزور پڑجاتی ہے وہ تیز و تند ہواؤں کے جھونکے سے گرجاتا ہے، اگر اس کی قوت کو بڑھانے کی تدبیر کی جائے تو اکثر محنت رائیگاں جاتی ہے، اسی طرح بڑھاپے کی عمر میں اعضائے رئیسہ کی قوت مدافعت ختم ہوتی ہے، اور اس پر مختلف طرح کے امراض کا حملہ ہونے لگتا ہے، ایسے وقت میں دوائیاں ہی بسا اوقات اپنا کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں، اس لیے اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ بڑھاپا کا کوئی علاج نہیں ہے، نہ تو اس کے اندر جوانی جیسی توانائی آئے گی اور نہ ہی جسمانی قوت پیدا ہوگی۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

نومنی کی شرعی حیثیت:

س: آج کل ملازمین حضرات جو کسی کمپنی یا سرکاری دفاتر میں ملازمت کرتے ہیں یا بینک میں روپیہ جمع کرتے ہیں، بطور نومنی اپنی بیوی، بچہ، ماں باپ یا اپنے کسی عزیز کا نام دیتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد جو بھی رقم کمپنی، سرکاری دفاتر یا بینک سے ملے گی، وہ اس نومنی کو ملے گی جس کو رقم نکالنے کا حق ہوتا ہے، اس لیے آج کل عام طور پر لوگ اپنی بیوی کو نومنی بناتے ہیں، سوال یہ ہے کہ اس نومنی کی حیثیت کیا ہے، کیا ایک کے نام نومنی کردینے سے دوسرے تمام ورثاء محروم ہوجائیں گے اور کیا صرف وہی نومنی حقدار ہوگا؟

ج: نومنی بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ملازم کے انتقال کے بعد ملنے والی رقم کے لینے یا نکالنے کا اختیار اس شخص کو ہوگا جو نامزد ہوا ہے، نومنی بنانے مقصد مالک بنانا نہیں ہوتا ہے، اگر مالک بنانا مقصد ہو تو بھی اس کو ملکیت حاصل نہیں ہوتی، اس لیے کہ شرعی اعتبار سے اس کو یا تو ہبہ تسلیم کریں گے یا وصیت، اگر ہبہ تسلیم کرتے ہیں تو ہبہ میں چونکہ قبضہ ضروری ہے، جب تک شے موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ نہ ہوجائے، اس وقت تک وہ اس کا مالک نہیں ہوتا ہے اور ملازم یا بینک میں رقم رکھنے والے شخص کی حیات میں نومنی شخص کا اس رقم پر قبضہ نہ ہونا بالکل واضح اور ظاہر ہے اور اگر وصیت تسلیم کرتے ہیں تو چونکہ عام طور پر نومنی شخص وارث ہوتا ہے اور وارث کے حق میں وصیت شرعاً باطل اور غیر نافذ ہے، اس لیے نومنی شخص کسی بھی صورت میں اس رقم کا مالک نہیں ہوگا؛ بلکہ کل رقم صاحب رقم کی متروکہ قرار پاکر ان کے تمام شرعی وارثین کے درمیان حسب سہام شرعی تقسیم ہوگی۔ (الدر المختار علی ہامش رد المختار: ۴/۵۰۸۔ مشکوۃ المصابیح: ۲۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہرا اور امام ضامن باندھنا:

س: نکاح سے قبل دولہا کو سنوارا جاتا ہے، اس کے سر پر سہرا اور بازو پر امام ضامن باندھا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج: نکاح کے موقع پر دولہا کے سر پر سہرا اور بازو پر امام ضامن باندھنا غیر شرعی عمل ہے، اس کا ثبوت کتاب وسنت، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے نہیں ہے، یہ غیروں کا رسم ہے، جو بعض ناواقف مسلمانوں میں بھی چل پڑا ہے، ایسے رسم کو چھوڑنا نہایت ضروری ہے، کیوں کہ اس میں غیروں کی مشابہت ہے اور غیر قوموں کی مشابہت شریعت مطہرہ میں ممنوع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم. (سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ: ۲/۵۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اصلاح بین الزوجین کا قرآنی ضابطہ:

س: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حسب ذیل باتوں سے منع کرے اور وہ نہ مانے تو کیا کرے؟

(۱) غیر مردوں کے سامنے نہ ہونے کیلئے۔ (۲) بغیر اجازت شوہر کے غیر مرد اور عورت کے شامل دوسرے علاقہ جائے ٹرک کے اوپر۔ (۳) غیر مردوں کے سامنے ہوکر اس طرح سے باتیں کرے کہ نہ سر پر آنچل ہو، نہ سینہ پر۔ (۴) رشتہ دار اور غیر رشتہ دار کے ساتھ سنیما جائے۔

ج: قرآن میں ہے۔ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْ ھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ، فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلاً۔ (النساء: ۳۴)

اس کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت خاوند سے بدخوئی کرے تو پہلا درجہ تو یہ ہے کہ مرد اس کو زبانی فہمائش کرے اور سمجھائے اگر نہ مانے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ جدا سوئے لیکن اسی گھر میں، اس پر بھی نہ مانے تو تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کو مارے مگر ایسا نہیں کہ نشان باقی رہے یا ہڈی ٹوٹ جائے، اس قرآنی نسخہ پر عمل کیجئے خدا سے امید ہے کہ اسی سے اصلاح ہوجائے گی۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

امام کے ساتھ کوئی رکن چھوٹ جائے

س: اگر امام کیساتھ نماز کا کوئی رکن چھوٹ جائے، مثلاً کوئی آدمی سجدہ میں گیا اور پہلے ہی سجدہ میں اس کو نیند آگئی، وہ سو یا رہ گیا یہاں تک کہ امام دوسرے سجدہ سے فارغ ہوگیا اور یہ شخص بھی ایک سجدہ کے بعد امام کے ساتھ کھڑا ہوگیا، اب اس مقتدی کی نماز کی صحت کی کیا صورت ہوگی؟

ج: دونوں سجدے فرض ہیں اور ان دونوں کے درمیان ترتیب واجب ہے، نیز جب کسی مقتدی کا کوئی رکن سونے کی وجہ سے فوت ہوجائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس فوت شدہ رکن کو ادا کرے، پھر امام کی اتباع کرے اور اگر امام کی اقتدا کرلی پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس فوت شدہ رکن کو ادا کرلیا تو بھی درست ہے لیکن وہ اس صورت میں گنہگار ہوگا۔ لہذا صورت مسئولہ میں جبکہ مذکورہ شخص کو پہلے سجدہ میں نیند آگئی اور دوسرے سجدہ میں امام کے ساتھ شریک نہ ہوسکا، بلکہ امام کے دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوجانے کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو ایسی صورت میں اس کے لئے ضروری تھا کہ آنکھ کھلنے کے بعد دوسرا سجدہ کرتا پھر بعد میں امام کے ساتھ شریک ہوتا؛ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ دوسرا سجدہ کئے بغیر کھڑے ہوکر امام کے ساتھ مل گیا اور اس نے امام کے ساتھ نماز پوری کی تو ایسی صورت میں وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت کا فوت شدہ سجدہ کرکے تشہد، درود شریف وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے گا تو اس کی نماز درست ہوجائے گی، البتہ گنہگار ہوگا (شامی ۲/۳۴۵، ہندیہ ۱/۱۲۲۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 22-18 مورخہ ۱۸ر شوال ۱۴۴۲ھ مطابق ۳۱ر مئی ۲۰۲۱ء روز سوموار

بنگال میں محاذ آرائی

ملک کی ریاستیں وفاقی اکائیاں ہیں، جس سے مل کر عظیم ہندوستان بنتا ہے، ریاست کو مرکز سے جوڑے رکھنے کے لئے دستور میں گورنر کا عہدہ نکالا گیا ہے، گورنر کی حیثیت آئینی سربراہ کی ہوتی ہے، جس طرح ملک کا آئینی سربراہ صدر جمہوریہ ہوتا ہے۔ بیش تر معاملات میں منتخب حکومت کے کام کاج میں نہ تو صدر مداخلت کرسکتا ہے اور نہ گورنر، اسی لیے ان سربراہوں کے بارے میں ربراسٹامپ کی اصطلاح عام ہے، مرکزی حکومت یا ریاستی حکومت جو کاغذات ان دونوں سربراہوں کے پاس بھیجتی ہے اس پر عام طور پر آنکھ بند کر کے صدر اور گورنر دستخط کر دیتے ہیں، چند معاملات کا استثنا ضرور ہے، لیکن عمومی احوال یہی ہیں، ایسے میں مرکز اور ریاست سے ٹکراؤ اور محاذ آرائی کی نوبت نہیں آتی ہے۔

لیکن ادھر چند سالوں سے مرکزی حکومت گونر کے توسط سے ریاستی حکومتوں کو خصوصا جہاں بھاجپا کی حکومت نہیں ہے کمزور کرنے میں لگی ہوئی ہے، کہیں غیر ضروری طور پر صدر راج لگا دیا جاتا ہے، کہیں راتوں رات دل بدلوؤں کی حمایت سے حکومت بنالی جاتی ہے، اور اگر ایسا کچھ نہیں ہو پایا اور ساری طاقت وتوانائی لگانے کے بعد بھاجپا کی حکومت نہیں بن پائی تو ایسے حالات پیدا کر دیے جاتے ہیں کہ صدر راج نافذ کرنے کا جواز نکل آئے۔

بنگال اس محاذ آرائی اور دنگل کی نئی تجربہ گاہ ہے، ممتا بنرجی کی ترنمول کانگریس نے بھاری اکثریت سے بھاجپا کو شکست دے کر تیسری بار حکومت سازی کا کام کیا، بھاجپا کو یہ بات ہضم نہیں ہو پائی، اس لیے اس کے لیڈران اور خود بھاجپا کے قومی صدر نڈا نے وہاں جا کر کیمپ کر دیا؛ چنانچہ قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوگیا، ممتا بنرجی نے اس پر سخت سرزنش کی، لیکن پھر بھی ڈیڑھ درجن سے زائد لوگ اس فساد کی نظر ہوگئے، بنگال میں مارکسوادی دور میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے، لیکن اس بار کچھ زیادہ ہی ہوگیا، نقصان دونوں طرف کا ہوا، بھاجپا کی آئی ٹی مضبوط ہے، اس لیے اس نے پرانے دنگوں کی ویڈیو کلپ بھی وائرل کی اور حد تو یہ ہے کہ "آج تک" کے ایک اینکر کو مردہ دکھلا دیا، اس اینکر کو میڈیا پر آکر بتانا پڑا کہ یہ خبر غلط ہے، میں تو ابھی زندہ ہوں، اس طرح ممتا بنرجی کی یہ بات سچ ثابت ہوگئی کہ بھاجپا فساد پھیلانے کے لئے پرانی ویڈیو دکھلا رہی ہے۔

اس محاذ پر بھی جب بھاجپا کو شکست ملی تو سی بی آئی کے ذریعہ جانچ کے نام پر ترنمول کے دو وزیر اور دو لیڈر کو گرفتار کرلیا گیا، وزرا کی گرفتاری کے لئے گورنر نے منظوری دی، بلکہ سی بی آئی کی ٹیم بنگال میں گورنر ہاؤس میں ہی قیام پذیر رہی، ممتا نے بہت احتجاج دھرنا دیا، سی بی آئی نے ضمانت دیدی، بنگال ہائی کورٹ نے اسے رد کر دیا، تازہ اطلاع یہ ہے کہ کورٹ نے اتنے دنوں بعد ان حضرات کو عارضی ضمانت دے دیا ہے، ممتا بنرجی نے گورنر پر اف آئی آر درج کرنے کے لئے اپنے کارکنوں سے کہا ہے، دستوری طور پر گورنر پر مقدمہ نہیں کیا جا سکتا، لیکن ممتا بنرجی کو یقین ہے کہ جب یہ گدی سے اتریں گے تو اف آئی آر کے ذریعہ ان کو سزا دلائی جاسکتی ہے۔

اس محاذ آرائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وزیر اعظم کے ذریعہ کورونا پر ریاستی وزراء اعلیٰ سے تبادلہ خیال کے لئے بلائی گئی میٹنگ بھی وائرس کو دور بھگانے کے طریقہ کار پر گفتگو کے بجائے آپسی اٹھا پٹک کا میدان بن گیا، اس میٹنگ میں وزراء اعلیٰ کو بھی اپنی ریاست کی صورت حال بتانی تھی اور اپنے تجربات وزیر اعظم تک منتقل کرنے تھے، لیکن وزیر اعظم ہی اس مجلس میں بولتے رہے، کچھ ضلع مجسٹریٹ کو موقع ملا اور وزراء اعلیٰ کی نہیں سنی گئی، ممتا بنرجی اس پر بھڑک اٹھیں اور کہا کہ اگر وزیر اعظم وزیر اعلیٰ سے خوف زدہ ہیں اور انہیں سننا نہیں چاہتے تو بلاتے ہی کیوں ہیں، بقول ان کے وزیر اعظم نے وزراء اعلیٰ کی توہین کی ہے، وزیر اعظم کی اس قسم کی میٹنگ کے بارے میں جھارکھنڈ کے وزیر اعلیٰ ہیمنت سورین کی بھی یہی رائے ہے کہ وزیر اعظم صرف اپنے "من کی بات" سناتے رہتے ہیں، اروند کیجریوال نے اس موقع سے زیادہ تیزی دکھائی اور اپنی تقریر ڈائرکٹ نشر کروادی، اس پر انہیں وزیر اعظم کی ڈانٹ بھی سننی پڑی، بھاجپا کے وزراء اعلیٰ کی تو وزیر اعظم کے سامنے بولنے کی ہمت ہی نہیں تھی، اس لیے وہ چپ سادھے رہے۔

وزیر اعظم کے اس رویہ کا سیاسی حضرات ہی نہیں دانشوروں نے بھی بہت بُرا مانا، اس قسم کی میٹنگیں منصوبہ بندی اور کاموں کو زمین پر اتارنے میں انتہائی مؤثر ہوتی ہیں؛ چونکہ ریاستوں کی سرگرم حصہ داری کے بغیر اس کا نفاذ ناممکن ہوتا ہے، وزیر اعظم کو اس حصہ داری کا خیال نہیں ہے، اسی لیے انہوں نے یوجنا آیوگ کو ختم کر کے نیتی آیوگ بنایا اور نیتی آیوگ کا مقصد سب کا ساتھ، سب کا وکاس اور سب کا وشواس قرار دیا تھا، لیکن اس آیوگ کے تینوں اجزاء منتشر ہوگئے ہیں، نہ "سب کا ساتھ" ہے اور نہ "سب کا وکاس"؛ رہ گئی "سب کے وشواس" کی بات تو وہ "سب کے وناش" میں بدل گئی ہے، اور ملک ہر محاذ پر پچھڑتا چلا جارہا ہے۔

اس محاذ آرائی کا اثر "یاس" طوفان کے بعد وزیر اعظم کے دورۂ بنگال پر بھی دیکھنے کو ملا، وزیر اعظم نے جو جائزہ میٹنگ بلائی اس میں ممتا بنرجی آدھے گھنٹے دیر سے پہونچیں اور طوفان سے متعلق وزیر اعظم کو رپورٹ تھما کر چلتی رہیں، ان کا کہنا تھا کہ مجھے اس میٹنگ کی پہلے خبر نہیں دی گئی تھی اور ان کا پروگرام دوسرے علاقوں کا پہلے سے طے تھا، وزیر اعظم نریندر مودی نے باز آبادکاری اور راحت رسانی کے لئے ان کی جانب سے بیس ہزار کروڑ کی مرکزی امداد کے مطالبہ کو بھی رد کر دیا اور صرف پانچ سو کروڑ دینے کی منظوری دی، جو تباہی کے اعتبار سے انتہائی کم ہے، اس سے بھی مرکز اور ریاست کے درمیان خلیج مزید گہری ہوگی اور محاذ آرائی کا نیا دروازہ کھلے گا۔

وزیر اعظیم کے اس طریقہ کار کی وجہ سے ملک کا وفاقی ڈھانچہ کمزور ہو رہا ہے اور اس کی کمزوری کی وجہ سے ملک کی سالمیت خطرے میں ہے، اس لیے ضرورت وفاقی ڈھانچہ کے مضبوط کرنے کی ہے، چاہے وہ جس قیمت پر ہو۔

بابا رام دیو کی لن ترانی

رام کرشن یادو عرف بابا رام دیو (ولادت ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۵ء) یوگا گرو کی حیثیت سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں، ان کی شخصیت سے بہت سارے واقعات وابستہ ہیں، ایک بار وہ رام لیلا میدان سے عورت کا لباس شلوار جمپر، دوپٹہ اوڑھ کر اونچے منچ سے کود کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے، پولیس نے پھر بھی انہیں دبوچ لیا تھا تو پوری دنیا میں ان کی کرکری ہوئی تھی، اس واقعہ کے بعد وہ حکومت سے قریب ہوئے اور ایک بڑے تاجر اور پتنجلی دواؤں کے بڑے کاروباری کے طور پر سامنے آئے، وہ ایک بار ہاتھی کی پشت پر یوگ کے کرتب دکھاتے ہوئے گر پڑے تھے، عام لوگوں کی رائے ہے کہ اگر یوگ سے بیماریاں دور ہوتی ہیں تو انہوں نے پتنجلی کے نام سے دوائیوں کا کاروبار کیوں شروع کر رکھا ہے، اب وہ یوگ کرتے کم نظر آتے ہیں، ایک تاجر اور کاروباری کی حیثیت سے زیادہ پہچانے جاتے ہیں، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ مختلف متنازعہ بیان کے ذریعہ خبروں میں بنے رہیں۔

اس بار انہوں نے کورونا کے حوالہ سے بیان دے کر سرخیوں میں جگہ بنائی ہے، اس بیان کی حیثیت لن ترانی سے زیادہ نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ ایلوپیتھ دواؤں کا استعمال کرا کر ڈاکٹروں نے ہزاروں لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا، اس بیان کو ڈاکٹروں نے اپنی توہین سمجھا اور اس پر بہت واویلا مچایا، اف آئی آر اور مقدمات تک کی نوبت آگئی تو انہوں نے اپنا بیان واپس لے لیا، لیکن بکواس اور لن ترانی کی عادی زبان دوبارہ پھسل گئی، اس بار انہوں نے ان جانباز ڈاکٹروں پر نشانہ سادھا، جنہوں نے مریضوں کی خدمت کرتے ہوئے اپنی جان گنوائی تھی، انہوں نے کہا کہ ایک ہزار ڈاکٹروں کی موت کورونا ویکسین کی دونوں خوراک لینے کے بعد ہوئی، وہ ڈاکٹر اپنے آپ کو بچا نہیں سکے، دوسروں کو کیا بچائیں گے، یہ ایسے ہی ٹرٹر کرتے رہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ایلوپیتھک ایک بے وقوف سائنس ہے، اگر ڈاکٹر بننا چاہتے ہو تو پھر بابا رام دیو کی طرح بنو، جس کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہے، لیکن وہ سبھی مرض کا ڈاکٹر ہے، دراصل "کورونل" نام کی ایک دوا انہوں نے اپنی کمپنی پتنجلی سے نکالی ہے، جس کو وزارت صحت نے منظوری نہیں دی، یہ بکواس اور لن ترانیاں سب اسی کی وجہ سے ہیں، اس بکواس اور ڈاکٹروں کی ہتک کے معاملہ میں ان کی گرفتاری ہونی چاہیے تھی؛ کیوں کہ انہوں نے کورونا سے لڑنے کے حکومتی سسٹم پر ہی سوال اٹھایا ہے، مگر بابا تو بابا ہیں، انہوں نے سینہ ٹھوک کر اعلان کر دیا ہے کہ کسی میں دم ہے جو مجھے گرفتار کرلے؟ وزیر صحت ڈاکٹر ایس وردھن نے انہیں سمجھا بجھا کر بیان واپس لینے کو کہا، اور بالآخر انہوں نے بیان واپس لے لیا؛ لیکن بابا رام دیو اس کو آگے بڑھاتے رہیں گے، جب تک ان کی تیار کردہ دوا کورونل کو استعمال کی منظوری نہیں مل جاتی، انہیں جزوی کامیابی مل بھی گئی ہے یہ حکومت نے دوا کے ہزار خوراک خرید لئے ہیں۔

دم توڑتی انسانیت

کورونا کے مرض نے انسان ہی کو نہیں انسانیت کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا ہے، عزیز واقربا حتی کہ بیوی بچے بھی لاش کے آخری رسوم ادا کرنے سے کترانے لگے ہیں، خبریں ایسی آرہی ہیں کہ ان لاشوں کو لاوارث طور پر جے سی بی سے گڈھا کھود کر گاڑ دیا جاتا ہے، نہ غسل، نہ کفن، نہ روایتی انداز کی قبر، کچھ بھی نصیب نہیں ہو رہا، حالانکہ اگر وارثین لاشوں کو لے کر دفنائیں، ضابطہ کی رعایت کے ساتھ تجہیز وتکفین کریں تو یہ چنداں دشوار نہیں ہے، ایک بڑا مسئلہ لاشوں کو گھر تک لانے کا ہے، اس کے لئے ایمبولنس اور گاڑی سواری کی سہولتیں میسر نہیں ہیں، جہاں دستیاب ہیں وہاں چند کلومیٹر لے جانے کی اجرت ہزاروں میں ہے، ایسے میں علاج پر خرچ کر کے رقم بچتی ہی نہیں ہے کہ لاشوں کو لے جانے کا عزت واحترام کے ساتھ انتظام کیا جا سکے، اس لئے لوگ سائیکل، ٹھیلے، گود میں، کاندھے پر اور بانس میں لٹکا کر لے جانے کو مجبور ہیں، اس طرح لے جانا خود ہی اکرام واحترام انسانیت کے خلاف ہے؛ لیکن وارثین اور تیمار دار کریں بھی تو کیا کریں، بعض جگہوں سے کورونا کی مریضہ خاتون کے ساتھ آبرو ریزی کی بھی خبر آرہی ہے اور خواتین تیمارداروں پر ڈاکٹر اور کمپاؤنڈر کی ہوسناک نگاہیں اور جسم کا مطالبہ تو عام سی بات ہے۔

غیر مسلموں کا معاملہ اور بھی عجیب ہے، ان کے یہاں لاشیں دریاؤں میں بہائی جارہی ہیں، جلانے کے بعد ان کے یہاں باقیات کی استھیاں ہوتی ہیں؛ جسے وہ گنگا میں بہاتے ہیں، ان استھیوں کو لینے کے لئے بھی کوئی نہیں آرہا ہے، حالانکہ ان کے عقیدے کے مطابق یہ روحوں کی شانتی اور نجات کے لئے ضروری ہے۔

ان حالات میں دم توڑتی انسانیت کو بچانے کے لئے آگے آنے کی ضرورت ہے، آدمی کا مرنا تو وقت مقررہ پر ہی ہوتا ہے، لیکن انسانیت کے دم توڑنے سے ہمارے سارے اعلیٰ اخلاقی اقدار بدل جائیں گے اور ہم جانور کی سطح سے بھی نیچے چلے جائیں گے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا اسیر ادروی-تمام ہوئی داستان ناتمام

نامور اسلامی مؤرخ، مصنف، شاعر، ادیب، افسانہ نگار اور استاذ الاساتذہ مولانا نظام الدین اسیر ادروی بن شیخ عبد الکریم نے بھی مؤرخہ ۲۰ر مئی ۲۰۲۱ء کو اپنے آبائی گاؤں ادری ضلع مؤ یوپی میں اس دنیا کو خیر باد کہہ دیا، ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں ان کی ولادت ادری میں ہوئی تھی، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ فیض الغرباء میں پانے کے بعد مختلف مراحل میں مدرسہ مفتاح العلوم مؤ، مدرسہ حنفیہ جون پور، احیاء العلوم مبارک پور، دار العلوم مؤ اور پھر جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں داخلہ لیا، فراغت شاہی مراد آباد سے ہوئی۔

دوران درس انہوں نے مولانا حبیب الرحمن اعظمی عرف بڑے مولانا، مولانا عبد اللطیف نعمانی، مولانا شکر اللہ مبارک پوری، مفتی محمد یسین قاسمی، قاری ریاست بجیرہ آبادیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، ۱۹۴۲ء میں شاہی مراد آباد میں حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب سے بخاری شریف، مولانا اسماعیل سنبھلیؒ سے صحیح مسلم اور ترمذی شریف مولانا محمد میاں دیوبندیؒ سے پڑھی۔

انہوں نے فراغت کے بعد اپنی زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور جمعیت علماء ہند کی خدمت میں گذاری، ان کی تصنیفات کی تعداد تیس سے متجاوز ہے، جن میں ماثر شیخ الاسلام، تحریک آزادی اور مسلمان، دار العلوم دیوبند احیاء اسلام کی عظیم تحریک، دبستان دیوبند کی علمی خدمات، اردو شرح دیوان متنبی، تاریخ جمعیت علماء ہند، فن اسماء الرجال، تفسیر میں اسرائیلی روایات، تاریخ طبری کا تحقیقی جائزہ، کاروان رفتہ، جواہر حدیث، گلزار تعلیم، عورت اور اسلام اور خود نوشت داستان ناتمام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

مولانا کو اللہ رب العزت نے لمبی عمر بخشی، تقریباً چھیانوے سال کی عمر پائی، اور بیش تر وقت، تصنیف و تالیف اور تدریس میں لگایا، ان کی خود نوشت داستان ناتمام برسوں پہلے چھپی تھی، اس کتاب کا نام مولانا نے سوچ سمجھ کر رکھا تھا، ظاہر ہے کوئی بھی خود نوشت ناتمام ہی رہتی ہے، اب جب کہ مولانا نے دنیا سے رخت سفر باندھ لیا تو داستان مکمل ہو گئی۔

مولانا سے میری مختلف سیمناروں میں اچھی ملاقات تھی، وہ خانوادہ مدنی کے فدائین اور جمعیت علماء کے کاموں کو آگے بڑھانے میں بڑے معاون رہے۔ امارت شرعیہ کے کاموں کو بھی وہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

غم کے اس موقع سے ان کے ورثاء اور متعلقین کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

امارت شرعیہ کے قدیم کارکن؛ جناب عبد المنان مرحوم

حضرت امیر شریعت کے وصال کے دوسرے ہی دن امارت شرعیہ کے قدیم کارکن جناب عبد المنان صاحب نیا س دنیا کو الوداع کہہ دیا تاریخ تھی ۴ر اپریل ۲۰۲۱ء دن سوموار، جنازہ کی نماز اگلے روز ان کے آبائی گاؤں باڑھ سمیلا دربھنگہ میں ہوئی، امارت شرعیہ کے ایک مؤقر وفد نے مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور پس ماندگان سے تعزیتی کلمات کہے، ان کا انتقال حرکت قلب بند ہونے سے ہوا، دفتر امارت میں ہی انہیں دل کا دورہ پڑا تھا ابتدائی علاج و معالجہ کے بعد ان کی خواہش کے مطابق انہیں گھر چھوڑ دیا گیا تھا بعد میں ان کی طبیعت بگڑنے پر انہیں دربھنگہ کے ایک اسپتال میں داخل کیا گیا جہاں انہوں نے آخری سانس لی۔

جناب عبد المنان صاحب امارت شرعیہ کے قدیم شرطی تھے، انہوں نے چار امیر شریعت کا دور دیکھا تھا، وہ امارت شرعیہ کے نشیب و فراز اتار چڑھاؤ کے مشاہد تھے، لیکن اپنے کام سے کام رکھتے تھے، کم بولتے تھے، تبصرے سے گریز کرتے تھے، ان کے ذمہ ڈاک لانے لے جانے کی ذمہ داری تھی، وہ دسترخوان پر مہمانوں کو کھانا کھلانے کا بھی کام کرتے تھے، بعض کمروں کی آرائش کا کام بھی ان کے ذمہ تھا، وہ اپنی ذمہ داری بخوبی ادا کرتے تھے، امیر شریعت سادس کے دور میں انہوں نے خود ہی ان کی گھریلو خدمت کو اپنے ذمہ لے لیا تھا اور سودا سلف لا دیتے تھے اور اسے مرحوم اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے تھے۔ دفتری امور کی انجام دہی کے بعد جو وقت بچتا اس میں وہ جوڑے لگانے کا کام کرتے تھے، پتہ نہیں کتنے لوگوں کی شادیاں کرائیں، اس سے انکا فاضل وقت کام میں آجاتا تھا، کچھ یافت بھی ہو جاتی تھی اور اس کام کے لیے پریشان لوگوں کی پریشانی دور کر انہیں خوشی ہوتی تھی۔

امارت میں اپنے اٹھارہ سالہ دورانیہ میں کبھی انہیں تیز کلامی کرتے نہیں دیکھا اور نہ سنا، ایک بڑی خوبی ان میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز کی ادائیگی کی تھی، اذان کی آواز سنتے ہی وہ نماز کی تیاری میں لگ جاتے اور جماعت شروع ہونے کے قبل جماعت خانے پہونچ جاتے، اور اپنے مسلک کے مطابق رفع یدین وغیرہ کے ساتھ نماز ادا کرتے، فجر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر جماعت خانہ ہی میں بیٹھے رہتے اور اپنے اذکار پورے کرتے۔

امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے اداروں کا کام ٹیم ورک سے چلا کرتا ہے اور ہر ایک کی اپنی اہمیت ہوتی ہے، عبد المنان مرحوم بھی ہمارے لیے اہم تھے، ان کی جدائی کا غم ہم سب کو ہے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل دے آمین۔

کتابوں کی دنیا

✍: ڈاکٹر نور السلام ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

یادگار شخصیتیں

زیر تبصرہ کتاب ''یادگار شخصیتیں'' معروف صاحب قلم عالم دین تجزیہ نگار و صحافی محترم جناب مولانا رضوان احمد صاحب ندوی کے شخصی خاکوں کا حسین مجموعہ ہے، جو بطور خاص ''ہفتہ وار نقیب'' پھلواری شریف، پٹنہ کے لئے لکھے گئے اور ملک کے موقر اخبارات، رسائل اور جرائد میں بھی شائع ہوئے، مذکورہ کتاب میں 49 شخصیتوں کی حیات و خدمات اور کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں نامور ہستیاں بھی ہیں، اساتذہ کرام بھی، سیاسی و سماجی شخصیات بھی ہیں اور دوست و رشتہ دار بھی۔ یہ کتاب ان لوگوں کے تئیں بہترین خراج عقیدت ہے۔ کتاب میں شامل افراد وہ ہیں جن کو مصنف نے دیکھا ہے، جن سے کچھ سیکھا ہے اور جن کی شخصیت نے ان کو متاثر کیا ہے۔ بعض وہ شخصیات ہیں جن کو وہ شہرت و ناموری نہیں مل سکی جن کے وہ مستحق تھے، تاہم ان کی شخصیت مسلم ہے۔ مصنف نے ان کا تعارف بھی نہایت سلیقے سے کیا ہے اور ان کی زندگی کے اہم گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔

کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ''نامور ہستیاں، دید و شنید'' کے عنوان سے ہے۔ اس کے تحت کل 20 شخصیات کے حالات زندگی اور کارناموں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ دوسرا باب وہ ہے جس میں مشفق اساتذہ کرام کا ذکر ہے، تیسرا باب سیاسی و سماجی شخصیات پر مبنی ہے۔ چوتھے باب میں مخلص احباب و رفقاء کا ذکر ہے، پانچواں باب میرے ابا جان و محسن و مربی کا تذکرہ ہے۔ چھٹا باب قائماں کے عنوان سے ہے۔ اس باب کے تحت صرف امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا سید ولی رحمانی کا ذکر خیر ہے۔ اب وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ مصنف نے بطور خاص ان علماء، بزرگوں، ادیبوں اور دانشوروں کا تذکرہ کیا ہے جن کو انہوں نے قریب سے دیکھا، سمجھا، استفادہ کیا اور ان سے عقیدت و محبت کا رشتہ قائم ہو گیا اور دل بھی متاثر ہوا۔ مصنف تحریر کرتے ہیں:

> ''زیر تذکرہ یگانہ روزگار شخصیتوں اور بزرگوں کو قریب سے دیکھنے، سمجھنے اور استفادہ کا موقع ملا ہے۔ جن سے عقیدت و محبت کا رشتہ قائم ہو گیا اور دل بھی متاثر ہوا۔ لہٰذا یہ توقع کرتا ہوں کہ نئی نسل بھی ان مردم ساز شخصیتوں کے اوصاف و کمالات، کردار و عمل اور کارناموں سے متاثر ہو گی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کرے گی۔''

جن شخصیتوں سے عقیدت و محبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے عموماً ان کے تذکرے میں جانبداری کا پہلو در آتا ہے۔ عقیدت و محبت کی چادر عدل و انصاف کے معیار کو ڈھانپ لیتی ہے۔ مگر مصنف نے جن شخصیتوں پر بھی قلم اٹھایا ہے انصاف کے تقاضے کو ملحوظ رکھا ہے۔ مبالغہ آرائی، بے جا تعریف اور آسمان و زمین کی قلابیں ملانے سے گریز کیا ہے۔ انہوں نے اپنے علماء اور بزرگوں کو جس طرح دیکھا اور جو محسوس کیا اسے ہو بہو صفحہ قرطاس کر دیا ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ متذکرہ شخصیات کے ان پہلوؤں کو زیادہ نمایاں کیا جائے جو ان کی زندگی کا ممتاز اور خاص وصف رہا ہے۔ تحریر میں خلوص اور ایمانداری کی جھلک محسوس ہوتی ہے۔ بعض ایسے اہل علم و ادب کو موضوع گفتگو بنایا گیا ہے جن کی زندگی اور شخصیت پر یا تو نہیں لکھا گیا ہے یا پھر بہت کم لکھا گیا ہے۔ مصنف نے ان کے احوال و کوائف اور علمی و دینی خدمات کا بہترین تعارف پیش کیا ہے۔ اس طرح انہیں حیات نو عطا کرنے کی باحوصلہ کاوش کی گئی ہے۔ بلاشبہ اپنے اسلاف اور محسنوں کو یاد رکھنا اور ان کی علمی، دینی، ادبی، ملی اور سماجی خدمات سے نسل نو کو متعارف کرانا زندہ قوم اور زندہ افراد کی علامت ہے۔

بعض مضامین گرچہ مختصر ہیں؛ لیکن صاحب تذکرہ کے تعلق سے ضروری اور بنیادی باتیں آ گئی ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے بیشتر مضامین وفیات کے طور پر لکھے گئے، گرچہ مضامین میں زمانی ترتیب کا خیال نہیں رکھا گیا ہے لیکن یہ تحریریں کم و بیش 25 سالوں پر محیط ہیں۔ ظاہر ہے 25 سالوں میں طرز تحریر اور اسلوب بیان میں کافی تبدیلی آجاتی ہے۔ قاری مطالعہ کے دوران اسلوب تحریر کی اس تبدیلی اور فرق کو محسوس کرتا ہوا گزرتا ہے، بہر حال یہ سارے مضامین محنت سے لکھے گئے ہیں۔ انداز و اسلوب شگفتہ اور پرکشش ہے۔ مضامین کے مطالعہ سے شخصیات کی عظمت دل میں پیدا ہوتی ہے اور ان کے علمی و عملی کارناموں کا احساس جاں گزیں ہوتا ہے۔ خاکہ کشی اور منظر نگاری دلچسپ اور اثر انگیز ہے۔ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کی خاکہ کشی یوں کرتے ہیں:

> ''سڈول جسم، متوسط قد، گول مہتابی چہرہ، چوڑی پیشانی پر علم و معرفت کے گہرے نقوش، سر پر پنج کلی ٹوپی، گھنی صاف و شفاف سفید داڑھی، روشن آنکھیں، شریعت و طریقت کے دریائے قلزم، اسلاف کے پاکیزہ خوابوں کی حسین تعبیر، آپ کچھ جانتے ہیں یہ کون یگانہ روزگار شخصیت ہیں، یہ ہیں ہندوستان کے ممتاز عالم دین، روحانی پیشوا، عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ آہ صد آہ! انہیں مرحوم و مغفور لکھتے ہوئے قلم رکنے لگتا ہے، دل بجھنے اور کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔''

علماء اور دانشوروں کے احوال اور شخصی خاکے اس لیے تحریر کیے جاتے ہیں کہ ان میں عبرت و نصیحت اور سیکھنے سمجھنے کی بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔ بزرگوں کی زندگی آنے والی نسل کے لئے راہ عمل ہوتی ہے۔ ان کے روشن نقوش اور مجاہدانہ کارنامے آنے والوں کے لئے نقش راہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ مصنف مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان منتشر مضامین کو جمع کر کے کتابی صورت میں پیش کر دیا ہے جس سے استفادہ کرنا سہل اور آسان ہو گیا ہے۔

''یادگار شخصیتیں'' کے مضامین کے قرأت سے محسوس ہوتا ہے کہ صاحب کتاب نے ان شخصیتوں پر قلم برداشتہ روشنی ڈالی ہے۔ تحریر میں درد و تاثیر کی جھلک بھی ہے اور روانی و شائستگی کا عکس بھی، کتاب پر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کارگزار جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیمتی مقدمہ ہے، جس میں انہوں نے اس اہم کتاب کی ترتیب پر مؤلف کو مبارکباد دی ہے، علاوہ ازیں جناب عبد الرافع سابق ایڈیٹر نقیب نے پیش لفظ لکھ کر کتاب کی اہمیت کو اور اجاگر کر دیا۔

مولانا رضوان احمد ندوی صاحب کا شمار بڑے قلمکاروں کی فہرست میں ہوتا ہے۔ علمی اور قلمی دنیا میں ان کی شہرت ہے۔ ایک طویل عرصے سے ''ہفت روزہ نقیب'' کے معاون مدیر کی حیثیت سے صحافتی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ان کے مضامین اور مقالات ملک کے معیاری اخبارات و رسائل میں تواتر کے ساتھ شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان کا قلم رواں، شستہ اور سلیس ہے۔ ان کے نوک قلم سے متعدد کتابیں چھپ کر مقبول عام و خاص ہو چکی ہیں۔ امید ہے کہ دیگر تصنیفات کی طرح ''یادگار شخصیتیں'' بھی علمی و ادبی حلقوں میں پسند کی جائے گی، علم دوست اور اصحاب ذوق مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سے ۱۵۰ روپئے بھیج کر طلب کر سکتے ہیں، بصورت دیگر براہ راست مصنف سے ان کے موبائل نمبر 9431878184 پر رابطہ کر کے منگوا سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

وہ کیا گئے کہ رونقِ گلشن چلی گئی

مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ و استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

اس کائنات کا ذرہ ذرہ خالق کائنات کے لفظ " کن" کی تعبیری اصطلاح پر گامزن ہے، نظام حدوث وقدم کا سارا دار ومدار اسی سے وابستہ ہے، اسی کے پابند ہیں شمس وقمر کی ضیاباری وتورریزی اور نجوم کی رونق افروزی بھی، گردش لیل ونہار کی پرکیف وپرکشش تسلسل بھی، بے آب وگیاہ ریگستان بھی، سرسبز وشاداب اور لہلہاتے ہوئے چمنستان بھی، لالہ وگل سے پُر وادیاں بھی، دل فریب اور جاذب قلب ونظر مناظر پیش کرنے والی گھاٹیاں بھی؛ یہ سبھی کچھ اپنے مالک حقیقی کے تکوینی نظام کے تحت اپنی اپنی حیات مستعار کے لحات گزار کر ملک عدم کے راہی اور اپنی دائمی آرام گاہوں میں خلوت گزیں ہو جاتے ہیں۔ اسی نظام سرمدی کے تحت ہم انسانوں کا وجود وفنا اور مرنا وجینا بھی منسلک ہے؛ اس لیے کہ یہ کائنات زوال پذیر اور فانی ہے، اس کائنات کا حصہ ہونے کے ناطے ہم بھی فنائیت میں ہی اپنے وجود کا دائرہ طے کرتے ہیں اور بے شمار خوشنما خواب بنتے اور لامتناہی تمناؤں، آرزؤں کا کہکشاں تیار کرتے ہیں۔ جس کو غالب نے کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں؛ لیکن پھر بھی کم نکلے

ایسی ہی کش مکش اور پیچ وخم سے لبریز کیفیت سے دوچار انسانی زندگی اپنی شاہ راہوں سے گذرتے ہوئے مرقد ومدفن کی نذر ہو جاتی ہے؛ لیکن جن شخصیات کا ہدف ومقصد انسانیت کی خدمت، انسانی سماج کی فلاح وبہبود، انسانی برادری کی یکجہتی، انسانی معاشرے کی تشکیلِ نو اور نسل نو کے مستقبل کی تعمیر ہو؛ وہ انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں، تاریخ انسانی میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جاتا ہے، ایسے ہی لوگ دھڑکنوں میں بستے اور دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں؛ کیوں کہ ان کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی ان کے طور وطریق، ان کی رہ نمائیاں، ان کی خدمات کی ضوفشانیاں؛ انسانیت کے لیے مشعل راہ اور مشکل حالات میں حوصلہ افزا ثابت ہوتی ہیں۔ انہیں یگانہ روزگار شخصیتوں میں ایک بڑا نام: مفکر اسلام، امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جو ۳/اپریل ۲۰۲۱ء بروز سنیچر مختصر علالت کے بعد ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے گئے۔

مخدوم گرامی مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد سے ذہن ودماغ اور فکر وخیال اس درجہ متاثر ہوئے کہ کچھ لکھنے کی ہمت وسکت نہ رہی، قلب حزیں کا حزن و ملال اس قدر بڑھا کہ دست وقلم کو کئی بار حرکت دینے کی کوشش کی؛ لیکن ہر بار آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آنسوؤں نے راستہ روک لیا اور قلم وقرطاس بے نیل ومرام رہ گئے۔ اب کچھ ہمت جٹا کر راقم الحروف نے جذبات کو ضبط خودی میں رکھ کر کچھ سطور رقم کرنے کی سعی کی ہے۔

حضرت امیر شریعت کی حیات مستعار مختلف جہات سے اپنے معاصرین پر ممتاز تھی، وہ جہاں ملت اسلامیہ کے بے باک قائد تھے، وہیں مقام تصوف وسلوک کے بلند مرتبے پر فائز بھی؛ وہ جہاں علوم اسلامیہ کے رمز شناس تھے، وہیں فنون عصریہ میں بھی کامل درک وشعور رکھتے تھے؛ وہ جہاں بوریہ نشیں درویش اور خانقاہی صوفی تھے، وہیں میدان سیاست وسیادت کے بے تاج بادشاہ اور حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق بات کہنے والے شہنشاہ بھی؛ وہ جہاں ملت اسلامیہ کے نجی اور پرسنل مسائل کے حل کے باب میں لاثانی تھے، وہیں ملک کے اجتماعی مسائل اور حکومت کے ساری ایکٹیویٹیز پر دوررس نگاہ رکھنے والے جواں حوصلہ مرد مجاہد بھی؛ وہ جہاں ملکی لاء اور قانون کی باریکیوں سے آگاہ تھے، وہیں شرعی قوانین میں کامل دسترس رکھتے تھے اور بہ حیثیت ماہر تعلیم آپ نہایت ممتاز تھے۔ غرضیکہ وہ ہر میدان میں ایسا فضل وکمال رکھتے تھے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں؛ کیوں کہ آپ کے فکر وخیال کی پرواز اتنی اونچی ہوتی تھی کہ بڑے بڑے مفکرین ومدبرین کی سوچ کی پرواز بھی جواب دے جاتی، یہ ان کی شخصیت کا نمایاں وصف رہا ہے، انہوں نے ہمیشہ حالات کو بخوبی سمجھنے اور بالکل غیر جانبدار اور ایماندار بن کر تجزیہ کرنا اپنا شیوہ بنا لیا تھا، اس لیے ان کی تحریر وتقریر میں احساس ذمہ داری پوری طرح نمایاں رہتا تھا۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ سیرت وکردار میں، اخلاق واطوار میں، اعمال و افعال میں آپ کی شان بہت بلند تھی، منکسر المزاجی، نرم خوئی آپ کی فطرت ثانیہ تھی، آپ اخلاق حسنہ کے پیکر جمیل تھے، قول وعمل میں کبھی تضاد نہیں ہوتا تھا، فنائیت کا یہ عالم تھا کہ کبھی بھی اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے کوئی فکرمندی نہیں جتاتے، ہمیشہ قوم وملت کی فلاح وبہبود کی فکر غالب رہتی، خلوت میں آہ وزاری، شب زندہ داری، رب کے حضور عاجزی، اور جلوت میں مختلف مسائل کے لیے فکرمندی، مرکزی وریاستی سرکاروں کے جملہ امور پر گہری نظر، کوئی متنازع بل پاس ہونے پر اس کی خامیوں اور نقائص سے آگاہی، مسلم پرسنل لا پر زد پڑے، تو عجیب اضطراب اور ملت کے خیر خواہوں سے مضبوط پلاننگ اور لائحہ عمل کے ساتھ مخالفت کی تیاری؛ یہ سب آپ کی زندگی کے امتیازی اوصاف تھے۔

حضرت مفکر اسلام کئی دماغوں کے انسان تھے، وہ بہ یک وقت:

(۱) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری اور اس کی تحریک اصلاح معاشرہ کے کنوینر (۲) امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت (۳) جامعہ رحمانی کے سرپرست (۴) خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں (۵) رحمانی فاؤنڈیشن کے بانی وچیئرمین (۶) رحمانی تھرٹی کے بانی (۷) آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے نائب صدر (۸) دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے انتظامی رکن (۹) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر (۱۰) گورنمنٹ آف انڈیا کی اسٹینڈنگ کمیٹی؛ مونیٹرینگ کمیٹی اور سنٹرل وقف کاؤنسل کے ممبر (۱۱) مولانا آزاد فاؤنڈیشن کے وائس چیرمین اور انگنت دینی، تعلیمی، ملی، فلاحی اور رفاہی تنظیموں کے سربراہ وسرپرست تھے۔ آپ کی زندگی کے مختلف گوشے ہیں اور ہر گوشہ نہایت ہی قابل قدر ہے، مگر اختصار کے ساتھ صرف چند اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

اگر آپ کی حیات مستعار کا بہ حیثیت سجادہ نشیں مطالعہ کیا جائے، تو آپ "خانقاہ رحمانی مونگیر" کے چوتھے سجادہ نشیں تھے، آپ کے دادا قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ نے اس عظیم الشان سلسلے کا آغاز بڑے نازک حالات میں کیا تھا، جب مونگیر واطراف میں قادیانیت کی وبا پھیلی ہوئی تھی تو خداوند تعالی نے اس وبا کی سرکوبی کے لیے آپ کو منتخب فرمایا اور آپ نے اپنی دینی حمیت وغیرت اور خداوند قدوس کی دی ہوئی بے پناہ صلاحیتوں وخوبیوں سے قوم وملت کی ناخدائی کا فریضہ بہ حسن وخوبی انجام دیا اور آپ کے حلقہ ارادت میں عوام وخواص کا تانتا بندھ گیا، جس کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا اور آج تک وہ سلسلہ قائم ہے۔ پھر آپ کے والد بزرگ وار قطب زماں حضرت امیر شریعت رابع رحمہ اللہ نے اس کی شان ووقار کو چار چاند لگایا اور خانقاہ کے ساتھ ساتھ جامعہ رحمانی کے ڈھانچہ کو اس قدر مضبوط ومستحکم کیا کہ اس شجر طوبی کو حیات جاودانی نصیب ہو گئی۔ اور پھر جب آپ نے اس کے باگ ڈور سنبھالی تو "أصلها ثابت وفرعها في السماء" کا مصداق بنادیا، اور اس کی اثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے حلقہ ارادت میں دس لاکھ سے زائد عوام وخواص کی جم غفیر شامل تھی۔

دنیا جانتی ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ؛ ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے بڑی باوقار تنظیم ہے، جس میں تمام مسالک ومشارب کے چوٹی کے علماء مشائخ اور قائدین بہ حیثیت ارکان شامل ہیں، آپ نے اس میں بہ حیثیت سکریٹری اور بعد میں بہ حیثیت جنرل سکریٹری جو خدمات انجام دیں، وہ تاریخ میں آب زر سے لکھا جائے گا؛ کیوں کہ خواہ طلاق ثلاثہ کا بل ہو یا حکومت ہند کی نئی تعلیمی پالیسی؛ بابری مسجد کا قضیہ ہو، یا دیگر مسلم مخالف بل؛ ہر موقع پر آپ نے مسلم پرسنل لا بورڈ کی ترجمانی کا حق ادا فرمایا اور اپنے عہدے اور منصب کی شان بلند فرمائی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہ حیثیت امیر شریعت جو خدمات انجام دیں وہ بھی تاریخ کا ایک روشن باب ہے، آپ نے عہدۂ امارت سنبھالنے کے بعد مختصر ترین مدت میں اس کے ہر شعبہ میں چار چاند لگادیا، حضرت کی پوری نظر اس کے ہر شعبے پر ہوتی تھی چاہے وہ شعبۂ دارالقضاء ہو یا دارالافتاء، شعبۂ تنظیم وتبلیغ ہو یا تحفظ مسلمین سب کو ترقی اور وسعت سے ہمکنار کیا، امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے آپ نے تینوں ریاستوں میں بچوں کی اسلامی اور دینی تربیت کے ماحول میں سی بی ایس سی طرز پر امارت پبلک اسکول اور امارت انٹرنیشنل اسکول کا قیام عمل میں لاکر ایک مثال قائم فرمائی، آپ کی جرأت مندانہ اور حکیمانہ قیادت نے پوری ملت کا سر ہمیشہ اونچا رکھا، ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء کا وہ تاریخ ساز دن کو کون بھلا سکتا ہے جب آپ نے یہاں کی اقلیتوں پر ہونے والے ظلم وتشدد کے خلاف آواز لگائی اور "دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس" منعقد کرکے پورے ملک کو ایک نئی سمت دی، مسلمانوں کا حوصلہ بلند ہوا، اس کانفرنس نے ایسا ریکارڈ قائم کیا کہ پٹنہ کے گاندھی میدان میں اس سے قبل کبھی ایسی بھیڑ نہیں دیکھی گئی تھی۔ آپ کی آواز میں اس قدر تاثیر تھی کہ لاکھوں لاکھ عوام وخواص کا تانتا بندھ گیا تھا۔ اس کے علاوہ طلاق ثلاثہ بل کے خلاف دستخطی مہم کا ریکارڈ بھی آپ ہی کی شخصیت کے عزم واستقلال اور جرأت وبے باکی کا حصہ ہے۔

حضرت مفکر اسلام کو ہمت وجرأت، شجاعت وبہادری، بلند فکری اور عزیمت خاندانی ورثہ میں ملی تھی۔ فنائیت وبے نفسی، کردار وگفتار کی دل نوازی، اعلیٰ اخلاقی اقدار وروایات کی پاسداری، فکر امت میں سرشاری؛ یہ آپ کے عظیم خانوادے کی امتیازی خصوصیات میں ہیں؛ اسی لیے اس خانوادے نے کسی ایک علاقے اور خطے کو اپنا دائمی مسکن نہیں بنایا؛ بلکہ جب جہاں دین کی خدمت کی اشد ضرورت ہوتی، اس خانوادے کا کوئی فرد وہاں پہونچ جایا کرتا۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے، دین اسلام کی خاطر مر مٹنے کا جذبہ موروثی تھا؛ اس کی ایک کرن بغداد سے ہوتی ہوئی ملتان آ پہنچی، پھر شہر ملتان سے چل کر خواجہ ابوبکر چرم پوش رحمہ اللہ نے ضلع مظفر نگر کے قصبہ "کھتولی" میں بود وباش اختیار فرمائی، پھر اسی خاندان کے ایک فرد سید غوث علی "کھتولی" سے ہجرت کرکے "کانپور" چلے گئے اور پھر حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ نے تقریباً ۱۹۰۱ء میں مونگیر پہنچ خانقاہ رحمانی کی بنیاد رکھی اور تا حال مونگیر سے ہی اس خانوادے کے فیضان کے سوتے پھوٹ رہے ہیں اور ہندی مسلمانوں کی مسیحائی کا فریضہ انجام پا رہا ہے۔ اسی جذبہ موروثی کا اثر تھا کہ حضرت مفکر اسلام نے بھی کبھی اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں کیا؛ بل کہ ہمیشہ امت کی فکر دامن گیر رہتی۔ اخفائے حال کا تو یہ عالم تھا کہ "نیکی کر دریا میں ڈال" والا معاملہ تھا، واہ واہی، نام ونمود، ریاکاری، دکھاوا اور سستی شہرت کے کبھی بھی متمنی نہیں رہے، کتنے ذروں کو آفتاب وماہتاب بنادیا؛ لیکن کبھی خود کو کہیں پیش نہیں کیا؛ حالاں کہ چاہتے تو بڑے بڑے عہدے و مناصب آپ کی جوتیاں چومتیں؛ لیکن آپ نے ملت اسلامیہ کی خدمت ہی کو ترجیح دی اور بہ ظاہر موت کی چادر اوڑھ کر بہ باطن ہمیشہ ہمیش کے لیے حیات جاودانی کے مستحق ہو گئے۔

سردئ مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمہ سے راقم کے روابط بڑے گہرے اور پرانے تھے؛ بلکہ یوں کہا جائے کہ میرے آباء کا رحمانی خانوادے سے اصلاحی، جذباتی، وقلبی تعلق تین نسلوں پرانا ہے، میرے جد امجد شیخ صدیق مرحوم حضرت مونگیری کے مرید تھے، والد محترم عارف باللہ الحاج محمد عیسیٰ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر شریعت رابع اور پھر مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ کے مرید خاص، معتمد اور عاشق زار تھے، شعور کی پہلی منزل میں ہی خانقاہ رحمانی اور اس کے بافیض سجادہ نشیں کی عظمت ومحبت قلب وجگر میں پیوست ہو گئی تھی؛ اسی تعلق کا ثمرہ تھا کہ راقم السطور 1996ء میں جامعہ رحمانی مونگیر میں اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے داخل ہو گیا اور پھر وہیں سے حضرت مفکر اسلام سے قلبی وابستگی مزید پروان چڑھتی چلی گئی۔ (بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

حضرت امیر شریعت سابعؒ کی جریدہ نقیب کو پرکشش بنانے کی جہد مسلسل

مولانا رضوان احمد ندوی

قدرت نے حضرت امیر شریعت سابع شیخ طریقت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کو گونا گوں صفات وکمالات اور خصوصیات سے نوازا تھا، وہ بلند پایہ دینی وملی قائد، بے مثال روحانی ومذہبی پیشوا اور زمانہ شناس مدبر تو تھے ہی صف اول کے صاحب طرز ادیب وانشاء پرداز بھی تھے، ان کے قلم میں دلکشی ورعنائی، سچائی وتوانائی پائی جاتی تھی، وہ جب لکھتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ گویا ان کا قلم موتی بکھیر رہا ہے، چھوٹے چھوٹے جملوں میں نقطۂ نظر کو واضح کردینے کے لیے سادہ اور آسان زبان استعمال کرنے میں مہارت رکھتے تھے، خاص طور پر الفاظ کے انتخاب اور ان کو مناسب جگہ پرونے اور سجانے کا فن جانتے تھے، اور اصحاب قلم کو بھی گنجلک تحریروں سے گریز کرنے کی نصیحت فرماتے، ویسے تو وہ آغاز شعور سے ہی امارت شرعیہ سے وابستہ رہے، لیکن جب دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی تو جامعہ رحمانی مونگیر کی تدریسی خدمات کے ساتھ امارت شرعیہ کے ترجمان ہفتہ وار نقیب کی مجلس ادارت کی ذمہ داری بھی سنبھالی اور غالباً ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۷ء تک اس جریدہ کے نوک و پلک کو درست کرتے رہے، اس عرصہ میں اس کے معیار، وقار بلند کرنے کی مساعی جمیلہ کرتے رہے۔

انہوں نے مضامین کے انتخاب اور ترتیب وتزئین میں خاص طور پر توجہ دی، اس سلسلہ میں خود بھی علمی وادبی مضامین لکھا کرتے تھے اور دوسرے ممتاز اہل علم کی نگارشات سے بھی جریدہ کو پرکشش بناتے رہے، اس طرح آپ نے اپنی ادب نوازی اور صحافت نگاری کی وجہ سے علم وادب کی دنیا میں بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل کی، لیکن جب آپ پر جامعہ رحمانی مونگیر کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں تو جناب شاہد رام نگری کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری آن پڑی، تاہم آپ اپنی نگارشات اور اخباری بیانات سے قارئین نقیب کو مستفید کرتے رہے، گویا نقیب سے آپ کی ذہنی وفکری وابستگی ہمیشہ قائم رہی، ایک لانبے عرصے کے بعد جب آپ امارت شرعیہ کے ساتویں امیر شریعت منتخب ہوئے تو اپنے پنج سالہ عہد امارت میں امارت شرعیہ کے مختلف شعبہ جات دارالقضاء، دارالافتاء، شعبۂ دعوت وتبلیغ، تحفظ مسلمین، شعبۂ تعلیم، شعبۂ مذہبی امور کی ترقی ووسعت دینے کے ساتھ شعبۂ نشر واشاعت پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دی، جریدہ نقیب کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور اس کو ہر جہت سے معیاری اور پرکشش بنانے کا عملی خاکہ بنایا، اور مجلس ادارت کے ذمہ داران کو اس میں رنگ بھرنے کی تلقین کی، اس سلسلہ میں وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ نقیب امارت شرعیہ کا تحریری چہرہ ہے وہ جس قدر دیدہ زیب وجاذب نظر ہوگا لوگوں میں اسی قدر اس سے دلچسپی بڑھے گی، اور خریداروں میں بھی اضافہ ہوگا، پھر حضرت امیر شریعتؒ کی ہدایت ورہنمائی میں ہم لوگوں نے منصوبہ بند طریقے سے عمل کرنا شروع کردیا، اس وقت آپ نقیب میں جو انقلابی تبدیلیاں دیکھ رہے ہیں اس میں حضرت امیر شریعت کا فکری عکس شامل ہے، ان کی ہدایت پر بنیادی طور پر اس میں پانچ تبدیلیاں ہوئیں

(۱) نقیب کے ظاہری حسن کو بلند کرنے کے لیے کاغذ اور طباعت کے معیار کو عمدہ اور بہتر بنایا گیا، (۲) معیاری مضامین کے انتخاب اور تازہ ترین سیاسی معلومات کے حصول پر توجہ مرکوز کی گئی، گھسے پٹے مطبوعہ مضامین کی اشاعت سے گریز کیا گیا، کچھ نئے عناوین بھی متعین کئے گئے (۳) فروری ۲۰۲۱ء سے نقیب کے صفحات میں اضافہ کیا گیا، جس کے نتیجہ میں نقیب ۱۶ صفحات پر شائع ہونے لگا (۴) نقیب کے گیٹ اپ سیٹ اپ کو پرکشش بنانے کی کامیاب کوشش کی گئی، (۵) عرصہ قبل RNI سے رجسٹریشن کی میعاد ختم ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ترسیل میں رکاوٹ بن گئی تھی حضرتؒ کی توجہ سے دہلی کا سفر کرکے ۲۰۱۸ء میں اس Renewal کرایا گیا، یہ سب کچھ حضرت امیر شریعتؒ کی خصوصی دلچسپی اور فکرمندی کا ثمرہ ہے، جس کی وجہ سے آج نقیب کا وزن اور وقار بلند ہوا ہے، حضرت امیر شریعت کی نقیب پر بڑی گہری نظر ہوا کرتی تھی، وہ پابندی سے اس کا مطالعہ کرتے تھے، اور اس کی کمی وکوتاہی پر مجلس ادارت کے ذمہ داروں سے گفت وشنید کرتے، کبھی تحریری کاوشوں کی تعریف وتحسین فرماتے اور کبھی گرفت کرتے، وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سہل نہیں آسان لکھئے، بھاری بھرکم الفاظ اور گنجلک جملوں سے انہیں بڑی وحشت ہوتی تھی، غیر مستعمل تعبیرات کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے، میں نے ایک مرتبہ اداریہ میں غالباً یہ لکھ دیا کہ "گودی میڈیا کی ایسی رسوائی ہوئی کہ اس نے کچھوے کی مانند منہ چھپالیا" آپ نے فرمایا کہ شتر مرغ کی طرح منہ چھپانے کی تعبیر مستعمل ہے، کچھوا کہاں سے آگیا، میں نے ذرا ہمت کرکے مزاحاً جواب دیا کہ گودی میڈیا کی تشبیہ شتر مرغ سے کرنا ایسا لگتا ہے شتر مرغ کی توہین ہے، سنتے ہی مسکرانے لگے اور فرمایا کہ تعبیرات میں رد وبدل کا اختیار ہر کسی کو حاصل نہیں، پھر اسی مجلس میں مختلف انداز میں لکھنے اور زیادہ سے زیادہ بات کہنے کا گر سمجھایا، انہوں نے فرمایا کہ سیاسی تجزیوں میں کسی سے مرعوب ہوئے بغیر بے باکی، غیر جانبداری اور ایمانداری سے کام لینا چاہیے، دل سے ڈر اور خوف کو نکال لیے، اسی دن اندازہ ہوا کہ ایڈیٹر کی ذمہ داری کسی تھانیدار سے کم نہیں ہوتی، اس میں اپنے کو بچا کر رکھنا بڑا مشکل ہوتا ہے، میں نے ایک مرتبہ نقیب کے تبصرہ والے کالم میں کسی مصنف کی کتاب پر تبصرہ لکھا اس تبصرہ میں ایک جگہ کتاب کی افادیت کو نمایاں کرنے کی خاطر یہ جملہ تحریر کیا کہ "اس کتاب پر فلاں عالم دین کا فاضلانہ مقدمہ بھی شامل ہے" وغیرہ حضرت نے طلب فرمایا اور کہا کہ "لفظی رشوت سے گریز کیجئے، آپ نے فلاں شخصیت کے لیے - فاضلانہ - کا فقرہ استعمال کیا ہے، ایمانداری سے بتلایئے کہ اگر اس پر میرا مقدمہ موجود ہوتا تو پھر کس فقرہ کو استعمال کرتے یا مولانا علی میاں ندویؒ کا پیش لفظ ہوتا تو کیا لکھتے؟

یادش بخیر! گذشتہ ۱۰؍اکتوبر ۲۰۲۰ء آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کی آن لائن میٹنگ میں شرکت کے لیے جامعہ رحمانی مونگیر کا سفر ہوا، وہاں چند دنوں کے قیام میں حضرت امیر شریعتؒ کے ساتھ مختلف نشستیں ہوئیں جس میں آپ کے مختلف خیالات ونظریات سے استفادہ کا موقع ملا، اثناء گفتگو نقیب کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا، ایک دن فرمایا کہ کوئی مہمل لفظ نہ تو اپنی تحریروں میں استعمال کرتا ہوں اور نہ ہی تقریروں میں مثلاً - نہ ہی - اتفاقاً - اچانک - یہ سب مجہول الفاظ ہیں آپ لوگوں کو بھی اس سے احتراز کرنا چاہیے، گرچہ تمہاری تحریروں میں نہیں ہوتا، مگر دیکھتا ہوں کہ دوسرے احباب اس کو خوانخواہ ٹھوستے رہتے ہیں، پھر دوسری مجلس میں فرمایا کہ ہندوستان کے چند نامور ادباء کی ادبی وتحقیقی نگارشات کو کثرت سے پڑھا کرو، خاص طور پر ماہر القادری، پروفیسر رشید احمد صدیقی اور مولانا عبدالماجد دریابادی کو خوب پڑھو اس سے زبان وبیان کا سلیقہ آئے گا، یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی اور وسیع القلبی کی بات ہے کہ مجھ جیسے ہیچمداں کی نگارشات وتخلیقات کی پذیرائی فرماتے، ہمت افزائی کرتے اور بسا اوقات اسلوب، تعبیرات اور جملوں کی اصلاح بھی فرماتے، جس سے مجھے ذاتی طور پر فائدہ پہونچا، افسوس کہ آج کوئی بتانے والا نہیں رہا، اب احساس ہوتا ہے کہ ہم نے ایک قیمتی لعل وگوہر کھودیا، اب ایسے شفیق ومہربان مربی کہاں ملتے، سچ ہے جانے والے چلے جاتے ہیں، لیکن اپنی یادیں چھوڑ جاتے ہیں دعاء فرمایئے کہ رب کائنات حضرتؒ کی تربت پر رحمت کی بارش برسائے اور ان کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے، ایں دعا از من وجملہ جہاں آمین آباد

فلسطین - خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

بالآخر گیارہ دن کی طوفانی جنگ کے بعد مصر اور امریکہ کی ثالثی کے نتیجہ میں اسرائیل نے جنگ بندی کی پیش کش کی اور حماس نے دو شرطوں کے ساتھ اس پیش کش کو قبول کرلیا، یہ دو شرطیں مسجد اقصیٰ میں فوجی دخل اندازی سے گریز اور شیخ جراح علاقہ سے تین مسلم خاندانوں کے بےگھر نکالنے کی کوشش سے اجتناب تھیں، اسرائیل نے ان دو شرطوں کو وقتی طور پر ہی سہی مان لیا اور اس طرح جنگ بندی ہوگئی، ہم سب جانتے ہیں کہ جنگ مسئلہ کا حل نہیں ہے، یہ مسئلوں کو جنم دیتی ہے، فلسطین کے لوگ اور حماس کی قیادت بھی جنگ سے گریز کرتی رہی ہے، فلسطین کی تحریک کو پوری دنیا میں متعارف کرانے والے جلیل القدر مجاہد یاسر عرفات نے بھی برسوں کے شب خوں اور گوریلا جنگ کے بعد کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ کرکے جنگ سے گریز کرنے کا اعلان کردیا تھا، اس کے نتیجہ میں الفتح کی مقبولیت کم ہوئی اور حماس کا دور عروج شروع ہوا، انتفاضہ تحریک کے باوجود حماس نے بھی جنگ کے سلسلے میں ہمیشہ محتاط رویہ اختیار کیا، اور جب پانی سر سے اونچا ہونے لگا تو "تنگ آمد بجنگ آمد" کے فارمولے پر عمل کرنا شروع کیا، اس معاملہ میں بھی اس نے پہل نہیں کی؛ بلکہ جب مسجد اقصیٰ کے نمازیوں پر اسرائیل نے قہر ڈھایا اور شیخ جراح علاقہ میں تین خاندانوں کے ساتھ ناروا اور ظالمانہ سلوک کیا؛ تا کہ وہ اس علاقہ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں تو حماس کی قیادت کے صبر کا پیمانہ ٹوٹ گیا اور حماس نے ان مظلومین کی دفاع کے لیے اقدام کئے، اسرائیل اور اس کی بکی ہوئی میڈیا دنیا کو یہی باور کراتی رہی کہ ہم دفاعی جنگ لڑرہے ہیں، یہ کیسا دفاعی جنگ تھا، جس میں فلسطین کے بچے، بوڑھے، عورت، مرد اور معصوم شہریوں پر بمباری کی گئی، ذرائع ابلاغ سے جڑی عمارت کو نشانہ بنا کر نیست ونابود کردیا گیا، اسپتال اسرائیل کی بمباری کے شکار ہوئے اور دوسری طرف اسرائیل کے صرف بارہ لوگ کام آئے ممکن ہے مرنے والوں کی تعداد اس سے زیادہ ہو اور جنگی حکمت عملی کے تحت ان کو چھپایا گیا ہو، لیکن اس حقیقت سے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ غزہ ہر اعتبار سے برباد اور ویران ہوگیا اور اسرائیل کی ظالمانہ حرکت کے نتیجے میں اس ہرے بھرے شہر کو دوبارہ آباد ہونے میں برسوں لگ جائیں گے، اس لڑائی کا یہ منفی پہلو ضرور ہے، اس لڑائی میں حماس کے کئی اہم کمانڈر شہید ہوئے گویا کہ جانی، مالی ہر طرح کی بربادیوں کا سامنا فلسطینیوں کو کرنا پڑا، دونوں رائٹس کے لیے لڑ رہے تھے ایک کی جنگ حقوق (Rights) کے لیے تھی اور دوسرے کی جنگ دنگا فساد بھڑکانے (Riot) کے لیے، حماس اپنے حقوق کے لیے لڑ رہے تھے اور اسرائیل فلسطین میں دنگا فساد بھڑکانے کے لیے اور دنیا نے دیکھا کہ حقوق کی لڑائی، دنگا فساد پر غالب آ گئی بنیتین یاہو کا فخریہ بیان کہ ہماری فوج بڑھتی رہے گی اور جہاں تک چلی جائے گی وہی اسرائیل کی سرحد ہوگی، اسے اللہ نے اس طرح ذلیل کیا کہ پوری دنیا دیکھتی رہ گئی۔

اس لڑائی میں فلسطینیوں اور حماس کو یقین تھا کہ ہمارے جوانوں، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کی شہادتیں رائگاں نہیں جائیں گی، اس لیے کہ فطرت اور قدرت کا طریقہ یہی ہے کہ جب ہزاروں ستارے غروب ہوتے ہیں تو سپیدی سحر نمودار ہوتی ہے، شاعر نے اسی بات کو کہا ہے کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا! چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس پورے حالات واقعات کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس جنگ کے کئی اہم اور مثبت فائدے بھی سامنے آئے، ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ برسوں سے فلسطین کے معاملات ومسائل اس قدر دب گئے تھے کہ دنیا کی توجہ اس طرف جا ہی نہیں رہی تھی، اس بے توجہی کے نتیجہ میں کئی عرب ملکوں نے عوامی احساسات سے ہٹ کر اسرائیل سے مختلف قسم کے سمجھوتے کر لئے تھے، اور کہنا چاہیے کہ ایک طرح سے وہ اسرائیل کی گود میں جا کر پڑ گئے تھے، اس جنگ کی وجہ سے ایک بار پھر پوری دنیا کی توجہ اس طرف گئی اور سب نے محسوس کیا کہ فلسطین کا مسئلہ ابھی حل نہیں ہوا ہے، مذمتی قرارداد تک ہی محدود رہنے کے باوجود عرب لیگ اور اسلامی تعاون کونسل کی میٹنگوں کی وجہ سے بھی مختلف ممالک پر ایک دباؤ اور پریشر بنا، خود عرب ملکوں کے اپنے اپنے مفادات اور تحفظات تھے، ماضی میں ان ملکوں نے آپس ہی میں بائیکاٹ کی پالیسی اختیار کرکے قطر کو یک وتنہا چھوڑ دیا تھا، لیکن اس لڑائی نے سب کو ایک میز پر بیٹھانے میں نمایاں رول ادا کیا، گو بائیکاٹ کا خاتمہ پہلے ہی ہو چکا تھا، اس لڑائی کی وجہ سے امریکہ کا مکروہ چہرہ ایک بار پھر سامنے آیا جب اس نے مذمتی قرارداد کو یو این او میں اسرائیل کی حمایت میں ویٹو کرکے پاس نہیں ہونے دیا، دنیا نے جان لیا کہ امریکہ میں حکومت کسی پارٹی کی ہو، اس کی خارجہ پالیسی بدلا نہیں کرتی، اس معاملہ میں یو ان او میں ہندوستانی نمائندہ کی تقریر معتدل اور متوازن تھی، کہنا چاہیے کہ اسرائیل کی طرف مختلف معاملات میں ہندوستان کے بڑھتے قدم کا کم از کم اس تقریر میں کوئی اثر دیکھنے کو نہیں ملا۔ اس جنگ کی وجہ سے دنیا کو حماس کی طاقت کا بھی اندازہ ہوا، پہلے چھ ملکوں کی فوج کو اسرائیل نے چھ دن میں پسپا کردیا تھا، اس بار گیارہ دن تک حماس نے تنہا مقابلہ کیا اور اسرائیل کو جنگ بندی پر مجبور کردیا، یہ بڑی کامیابی ہے، اس نے قرآنی حکم کے مطابق حسب استطاعت اپنے اندر قوت پیدا کرلی، اور اس حد تک پیدا کرلی کہ اللہ رسول کے دشمن پر خوف طاری ہوگیا اور اسرائیل جیسا دہشت گرد بھی حماس کے حملوں سے مبہوت رہ گیا، اسے معلوم ہوگیا کہ فلسطین اب پہلے کی طرح تر نوالہ نہیں ہے جسے آسانی سے نگل لیا جائے۔ یہ وہ پہلو ہیں جن کی طرف لوگوں کی نگاہ کم جاتی ہے؛ حالانکہ پریشان کن حالات میں بھی یہ خیر کے وہ پہلو ہیں جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے بعض چیزوں کو تم ناپسند کرتے ہو؛ حالانکہ اس میں تمہارے لئے خیر ہے۔ (بقیہ صفحہ ۹ پر)

Scanned with CamScanner

فکرِ اقبال کی معنویت عصرِ حاضر میں

عارف عزیز (بھوپال)

اقبال کی وفات کو پون صدی ہوگئی ہے، اس عرصہ میں دنیا کے حالات میں کیا تبدیلی آئی اور یہ اقبال کے تصورات کے مطابق تھی یا برعکس، اس کا جائزہ کلام اقبال کو عہدِ حاضر کی روشنی میں سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ دوسری طرف یہ اندازہ لگانے میں بھی کہ اقبال انسانی جذبات واحساس کے کتنے بڑے ترجمان ہیں۔ اقبال کے زمانہ میں نیوکلیر اسلحہ کا فروغ نہیں ہوا، پھر بھی انہوں نے افرنگ کو مشینوں کے دھوئیں سے سیہ پوش دیکھ لیا، اوراس کے نتائج انسانی زندگی پر جس طرح نمودار ہورہے تھے، اس سے لوگوں کو خبردار بھی کیا۔

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق ومغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا
لیا لب شیشۂ تہذیب حاضر ہے، مئے لا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ الا

اقبال مادی ترقیات کے خلاف نہیں تھے؛ لیکن ان کو یہ تشویش ضرور تھی کہ تہذیب عصر جدید، بالخصوص مغربیت ایک خودرو جنگل کی طرح پھیل رہی ہے۔ جس کا کوئی مرکزِ ثقل نہیں ہے، اگر یہ ترقی انسانیت کی سربلندی کیلئے ہوتی تو منشائے فطرت کے عین مطابق تھی، لیکن یہ انسانیت کے زوال کو ظاہر کرتی ہے، اوپر کی طرف دیکھنے کی ترغیب نہیں دیتی بلکہ اس میں روک بنتی ہے، جس کا نتیجہ یہ برآمد ہورہا ہے کہ انسان کی بے تعلقی، خلقی رشتوں کی سردمہری اور ایک قسم کی بے کیفی زندگی کا مظہر بن چکی ہے۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کریگی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

اقبال کے زمانے میں مغربی دنیا کی نمائندگی سلطنت برطانیہ کرتی تھی، مغرب کے تعلق سے اقبال کے تمام افکار ونظریات اس ملک کی تہذیب وتمدن کے حوالے سے ہیں، لیکن عصر حاضر میں مغربی تہذیب کا مرکزِ ثقل امریکہ بن گیا ہے، جہاں کی روز افزوں صنعتی وزرعی پیداوار کے باوجود، امریکی سیاہ فام آج زندگی کی آرام وآسائش سے محروم ہیں، اس کے برخلاف سفید فام امریکی، زندگی کی لایعنیت اور عدم تحفظ کے احساس سے مختلف تناؤ میں گرفتار ہے، امریکہ کی معیشت کا انحصار اسلحہ سازی پر ہے، اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ جو اسلحہ تیار ہو، وہ فروخت بھی ہوجائے، اس غرض سے دنیا کے مختلف علاقوں میں سرد جنگ اور کبھی کبھی گرم جنگ کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے، بالفاظ دیگر انسان اور انسان کے درمیان نفرت، حقارت اور دشمنی کو پروان چڑھا کر قتل وغارتگری کا بازار گرم کرتے رہنا امریکی ڈپلومیسی کی بنیاد ہے۔ اس کے بغیر وہاں کی معیشت اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہوسکتی، اقبال جب کہتے ہیں۔

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کیلئے مرگِ مفاجات

تو وہ اس مہلک حکمتِ عملی کو ہدف بناتے ہیں، جس کی نمائندگی آج امریکہ کے ذریعہ ہورہی ہے اوراس کی سب سے زیادہ زد تیسری دنیا کے عام انسان اور پوری انسانیت پر پڑرہی ہے۔

شعرِ اقبال میں آزادی کو انسانی زندگی کی فلاح وترقی کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے۔ اقبال کے خیال میں جہاں آزادی نہیں، وہاں زندگی کی قوت برقرار نہیں رہ سکتی، غلامی انسان کی متعدد خوبیوں کو فنا کردیتی ہے اور آزادی سے محرومی گویا انسانیت سے محرومی ہے، اسی طرح اقبال محبت کو جو انسانیت، اخوت اور رواداری کی روح ہے، دنیا کے فتح کرنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں، انہوں نے افراد اور اقوام کی زندگی میں ترقی وکامیابی کے ضامن تین اصولوں کو نشاندہی کی ہے اول یقین محکم، دوم عمل پیہم اور سوم محبت جو فاتح عالم ہے اقبال کے الفاظ میں ع

محبت ہی سے پائی ہے، شفا بیمار قوموں نے

شاعر مشرق کے نزدیک انسان کسی بھی نسل، فرقے یا جماعت سے تعلق رکھتا ہو، اس سے امتیاز برتنا جرم ہے کیونکہ اس انسان کو وجود بخشنے والا ایک ہے، جب اس نے بنی نوع انسان کے لئے ہوا، پانی، غذا اور روشنی کے انتظام میں کوئی تفریق نہیں برتی اور یکساں طور پر سب کے لئے اس کو مہیا کیا تو انسانوں کے لئے یہ کیونکر مناسب ہے کہ وہ باہم تفرقہ اندازی سے کام لیں، اس کا پیغام، پیغمبروں، اوتاروں، مصلحوں اور بزرگوں نے بھی دیا ہے۔

شکتی بھی شانتی بھی، بھگتوں کے گیت میں ہے
ہم دیش واسیوں کی مکتی، پریت میں ہے

اقبال اپنے اشعار کے ذریعہ جس خودی کی تعلیم دیتے ہیں، وہ صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، تمام انسانوں کیلئے ہے، ان کے نزدیک انسان کی خودی کی تکمیل مذہب کی اعلیٰ قدروں میں مضمر ہے، اسی لئے اقبال نے اپنی شاعری کا موضوع انسان کو بنایا ہے اور انسانیت کے مسائل حل کرنا وہ اپنی شاعری کا مقصد قرار دیتے ہیں، ایک ایسے عہد میں، جب قومی ووطنی عصبیت کا بول بالا ہے، ایک ملک کا انسان، دوسرے ملک کے انسان کو گوارہ نہیں کرتا اور ایک فرقہ، دوسرے فرقہ کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے، اقبال نے پوری جرأتمندی کا مظاہرہ کرکے اس رویہ کو ننگِ انسانیت قرار دیا ہے۔

یہی آدم ہے سلطان، بحر وبر کا
کہو کیا ماجرا، اس بے بصر کا

نہ خودبیں، خدابین جہاں بیں
یہی شہہ کار ہے، تیرے ہنر کا

کلام اقبال میں انسانیت کی معراج کا سب سے بڑا مرقع اور دنیائے شاعری کا عظیم تر شاہکار ''جاوید نامہ'' میں پیش کیا گیا ہے، ''جاوید نامہ'' کی بامعنی تمہید کے بعد اقبال افلاک کی سیر کراتے ہیں اس میں بلا امتیاز مذہب وملت دنیا کے مختلف حصوں میں رونما ہونے والے اہم واقعات، موضوعات اور شخصیات کو ایسی بصیرت کے ساتھ زیر بحث لاتے ہیں کہ انفس وآفاق سب روشن ہوجاتے ہیں، اس کا یہ شعر تو آفاقی شاعری اور انسان دوستی کے دستاویز کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

آدمیت احترام آدمی
باخبر شو از مقام آدمی

کلام اقبال کی ان ہی وسعتوں کا مطالعہ کرنے سے احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے بیسویں صدی ہی نہیں، اکیسویں صدی کو کتنا کچھ دیا ہے ''بانگ درا'' ''بال جبریل'' ''ضرب کلیم'' اور ''ارمغان حجاز'' کے صفحات میں موجود اردو وفارسی کلام یا یادگار خطبات، دل کو چھو لینے والا ''ترانہ ہندی'' ''ہندوستانی بچوں کا قومی گیت'' ''گوتم بدھ'' ''شری رام'' ''گرونانک'' اور ''سوامی تیرتھ'' جیسی روحانی ہستیوں کو خراج عقیدت، ''گائتری منتر'' کا شستہ اردو میں ترجمہ اور ''برہمن سے خطاب'' انتہائی بصیرت افروز اور سبق آموز ہیں، جو ہمارے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہی۔

ہر بلند پایہ تخلیق کار کی طرح اقبال کو بھی ترسیل وابلاغ کی تنگ دامنی کا احساس ہے، اس سے پہلے غالب بھی یہی گلہ کرتے نظر آتے ہیں، اسی میں ان دونوں شاعروں کی عظمت کا راز پنہاں ہے، لیکن اقبال کا یہ امتیاز ہے کہ وہ اپنے فکر وفن کے ذریعہ ماضی کو حال میں پیوست کردینا چاہتے ہیں، تاکہ انسانی زندگی کی وحدت میں قوت وتاثیر پیدا ہو اور شرفِ انسانی کی جڑیں زیادہ گہری ومستحکم ہوجائیں، اس کوشش کو وہ کھوئے ہوئے کی جستجو سے تعبیر کرتے ہیں، ان کے خیال میں ماضی کے واقعات وحوادث کے اسباب وعلل کو سمجھنے اور ان کے باہمی ربط وتعلق کو جاننے نیز اس کی روشنی میں افراد واقوام کے عروج وزوال کے اصول اخذ کرنے کا مفہوم بھی اس میں شامل ہے، اقبال نے دنیا میں جاری نظاموں کا بغور مطالعہ کیا ہے، ان نظاموں کی خوبیاں وخرابیاں آشکارا کرکے بتایا کہ جب فرد کا فرد کے درمیان فاصلہ باقی نہ رہے تو معاشرہ ایک خودکار مشین میں ڈھل کر ارتقا کے پورے سلسلہ کو منقطع کردیتا ہے، اسی طرح جب فرد اور فرد کے درمیان کا فاصلہ بہت زیادہ بڑھ جائے تو بکھرنے اور لخت لخت ہونے کا عمل وجود میں آتا ہے نیز ایک ایسا استحصالی نظام جنم لیتا ہے، جس میں بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے، اقبال نے انسانوں کے لئے ایک ایسے سماج کا خواب دیکھا، جس میں توازن ہو، عشق کے ساتھ عقل مل کر ارتقاء کی طرف گامزن رہے، ان کے نزدیک یہی انسانیت کی معراج ہے، اقبال کی فکر کا سرمایہ تقریباً بیس ہزار اشعار پر محیط ہے اور اشعار کی بڑی تعداد ایسی ہے جو آفاقی نوعیت کے حامل ہے۔ انہیں کسی خاص عہد کے تناظر میں نہیں سمجھا جاسکتا، حقیقت یہ ہے کہ اقبال کے اشعار معنوی لحاظ سے اپنے عہد میں جتنے اہم تھے، اتنے ہی آج بھی ہیں اور آج سے زیادہ کل ہونگے، یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر فکرِ اقبال کی اہمیت ومقبولیت وقت کے ساتھ بڑھتی جارہی ہے۔

بقیہ ...... مسلمان ہونے کی سب سے بڑی نشانی

آج تم اپنے مال کو صرف اپنا مال سمجھتے ہو، اس لیے اپنی تن آسانی اور عیش کوشی میں لگے ہو، تمہارے پیش نظر اپنی خوش حالی ہے، اس کی پرواہ تمہیں بالکل نہیں کہ تمہارے اڑوس پڑوس والے کس غربت کی زندگی گزار رہے ہیں، اور مسلسل فاقہ نے ان کو نیم مردہ کردیا ہے۔

حدیث قدسی ہے: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے کہے گا، اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو نے میرے بیمار پرسی کی تھی؟ بندہ کہے گا، بھلا ایسا کیوں کر ہوسکتا ہے، تو تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ تیرے قریب بیمار ہوگیا تھا اور تو نے اس کی خبر نہیں لی تھی، حالانکہ تو اگر اس کی بیمار پرسی کے لیے جاتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا''۔ ''اسی طرح خدا فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، مگر تو نے مجھے نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا ایسا کیسے ممکن ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تجھے یا نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے انکار کردیا تھا، اگر تو اسے کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا''

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا: ''**المال لی و الفقراء عیالی فمن بخل من مالی علیٰ عیالی فلأدخلن جهنم و لا أبالی**'' (مال تو دراصل میرا مال ہے، اور فقراء میری اولاد ہیں تو جس نے میری اولاد پر میرے مال خرچ کرنے میں بخل کیا اس کو ضرور جہنم میں داخل کروں گا اور کوئی پرواہ نہ کروں گا''۔

امراء ورؤسا کو دولت اللہ تعالیٰ نے صرف جمع کرنے اور اپنے کام میں لانے کے لیے نہیں دی ہے، بلکہ وہ دولت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی اولاد یعنی غرباء میں تقسیم کرنے کے لیے بھی دیا ہے، مگر ایسا اس لیے نہیں ہوتا ہے کہ دل میں اللہ نہیں ہے، اللہ کا ڈر نہیں ہے، ورنہ ضرور غرباء میں دولت میں تقسیم کرتے اور جہنم میں جانے سے بچتے۔

اسلام کی اصلی پہچان یہی ہے کہ دل میں اللہ کو بسایئے، اس کے بعد دین کا ہر کام کرنا آسان ہوگا، اور اللہ کے راستے پر چلنے میں سہولت ہوگی، اس کے بغیر اللہ کی مرضی کے مطابق نہ چل سکو گے اور نہ زندگی گزار سکو گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر اسلام کی نشانی پیدا کرے اور غیر اللہ کی محبت سے دل کو خالی کرے، آمین۔

Scanned with CamScanner

تعلیم کے میدان میں آگے بڑھ کر ہی کوئی قوم ترقی کر سکتی ہے

قاضی ارشد رحمانی دارالقضا امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ

ملت اسلامیہ کو بارگاہ خداوندی سے سب سے پہلا حکم حصول علم کا ملا، رب کائنات نے فرمایا: اپنے اس رب کے نام سے پڑھو جس نے تمہیں پیدا کیا، یقینا یہ حکم ہزار ہا ہزار حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے اور اس کے اندر کامیابی وکامرانی کے بے شمار خزانے مخفی ہیں، تھوڑی سی عقل وشعور رکھنے والا انسان بھی یہ سمجھتا ہے بغیر علم کے دنیا وآخرت کے کسی بھی امر کو انجام دینا ممکن نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا علم کے میدان میں پیچھے رہنا اور نہ صرف پیچھے رہنا بلکہ انتہائی پیچھے رہنا قابل افسوس نہیں تو اور کیا ہے، آج پورے عالم میں جو قومیں ترقی کے بلند وبالا میناروں پر فائز ہیں ان کا زینہ اور سفینہ علم ہی ہے، وطن عزیز جہاں ہم اور آپ زندگی گزار رہے ہیں یہاں آئے دن مختلف گوشوں سے مسلمانوں پر حملے کئے جاتے ہیں اور مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے کی سازشیں رچی جاتی ہیں لیکن ہمارے پاس ان کے مقابلے کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار نہیں ہو پاتا کیونکہ ہم زیور علم سے آراستہ نہیں ہیں۔

قربان جائیے ان خرقہ پوشوں اور بوریہ نشینوں کی بصیرت پر جنہوں نے اس ملک میں ملت کی آبیاری اور دین وشریعت کے تحفظ کے لئے پورے ملک میں مدارس ومکاتب کا ایسا مستحکم نظام بنایا کہ آج حالات کے تھپیڑوں اور باطل کے تیز وتند مخالف ہواؤں کے باوجود اس ملک میں اسلام باقی اور شریعت محفوظ ہے۔

آج اگر اس ملک میں شریعت محفوظ ہے اور ہمیں اپنے ملی تشخصات کے ساتھ جینے کا حق ملا ہوا ہے تو اس میں ان مدارس ومکاتب کا اہم کردار ہے اور یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال جیسے صاحب بصیرت نے کہا تھا کہ لوگو ان چھوٹے چھوٹے دینی اداروں کو بچا کر رکھو ورنہ اس ملک میں بھی کوئی اذان دینے والا اور نماز پڑھانے والا نہیں ملے گا، مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ یہ مدارس دین کے مضبوط قلعے ہیں یہ محفوظ ہیں تو ملت محفوظ ہے یہ ختم ہو گئے تو ملت تباہ وبرباد ہو جائے گی؛ لیکن ہاں! اس تلخ حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارا رویہ ان دینی اداروں کے تعلق سے اچھا نہیں ہے دنیا کی ترقی پذیر اور ترقی یافتہ قومیں اپنی خالص کمائی کا بڑا حصہ اپنے تعلیمی اداروں پر خرچ کر رہی ہے لیکن ہم اتنے بے حس ہیں کہ زکوۃ وصدقات کے علاوہ ایک روپیہ بھی تعلیمی اداروں پر خرچ نہیں کرتے بلکہ یہ کہنا بھی بیجا نہ ہوگا کہ ہم زکوۃ وصدقات کی رقم بھی مکمل طور پر خرچ نہیں کرتے اور جب صورت حال ایسی ہے تو پھر ترقی کے خواب دیکھنا بے جا نہیں تو اور کیا ہے۔

ابھی چند ماہ قبل امارت شرعیہ نے حضرت امیر شریعت سابع مفکر اسلام مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب رحمہ اللہ کی بصیرت افروز تحریک پر تینوں ریاستوں میں زبان اردو اور فروغ تعلیم کا مشن شروع کیا اور ریاست کے ضلع اور بلاک سے لیکر گاؤں کی سطح پر یہ بیداری لانے کی کوشش کی گئی کہ لوگ فروغ تعلیم کے لئے محلہ اور گاؤں کی سطح پر مکاتب کا نظام قائم کریں، عصری تعلیم کے فروغ کے لئے عمدہ خود کفیل اسکول اور کوچنگ سینٹر قائم کریں، اس تحریک کو لوگوں نے قبول تو ضرور کیا؛ مگر جو اس کے مثبت اثرات جس قدر ظاہر ہونے چاہئے اب تک نہ ہو سکے۔

یہ بات بھی ہم سب جانتے ہیں کہ اس ملک میں ہونے والے حکومتی فیصلے آئی ایس اور آئی پی ایس کے اعلیٰ ذہن ودماغ کا نتیجہ ہوتے ہیں اب ذرا غور کریں کہ اس میدان میں ہماری کتنی حصہ داری ہے ہم دال میں نمک کے برابر بھی اس میدان میں شامل نہیں ہیں، کیا اس تعلق سے ہمیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اگر ہمارے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں گرفتار قیدیوں کو تعلیم دینے کے عوض آزاد کر دیا تھا تو کیا ہمیں اپنے روزمرہ کھانے پینے کے انواع واقسام میں کمی کر کے اپنے بچوں کی تعلیم پر خرچ نہیں کرنا چاہیے؟

یاد رکھیں جس طرح روٹی کپڑا اور مکان ہمارے لئے ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ تعلیم ہمارے لئے ضروری ہے، ہمیں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کے میدان میں آگے آنے کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے از خود تیار ہونے کی ضرورت ہے اور مخلصانہ طور پر تعلیمی مشن کو گھر گھر پہونچانے کی ضرورت ہے، جو ادارے پہلے سے قائم ہیں انہیں مستحکم کرنے اور مزید اداروں کے قیام کی فکر کی ضرورت ہے۔

آخری گزارش گزشتہ سال سے کورونا وائرس کی مصیبت نے جہاں زندگی کے تمام شعبہ جات کو متاثر کیا ہے وہاں تعلیمی نظام کو تباہ وبرباد کر دیا ہے تعلیمی اداروں کی حالت انتہائی خستہ ہے ایسے میں ہماری دو بڑی ذمہ داری بنتی ہے ایک تو یہ کہ ان تعلیمی اداروں کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں جتنا ممکن ہو اپنا تعاون کریں اور دوسری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے خواہ جیسے بھی ہو فکرمند رہیں، ذہن میں رکھیں کہ ہماری کسی بھی طرح کی ترقی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لیے طے کیجئے کہ ہم بھوکے رہیں گے، پرانے کپڑے پہن لیں گے، جھونپڑی میں زندگی بسر کر لیں گے؛ لیکن اپنے بچوں اور بچیوں کو تعلیم ضرور دلائیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

کرونا وائرس اور خود کفیل زندگی

مولانا محمد قمر الزماں ندوی

تقریباً ایک سال سے زیادہ سے دنیا کرونا کی مصیبت جھیل رہی ہے، اس کی وجہ سے ایک عجیب صورت حال ہو گئی ہے، مسلمان کیا پوری دنیا کا تقریبا ہر انسان پریشان حال ہے، تجارتی سرگرمیاں ٹھپ ہیں، مفلسی اور غربت وافلاس اپنی بھیانک صورت میں لوگوں پر مسلط ہے، سب سے برا حال دینی ادارے اور مدارس میں خدمات انجام دینے والوں کی ہے، حالات یہ ہیں کہ ایک بڑی تعداد اس لائن کو چھوڑ کر معمولی تجارت میں مشغول ہو گئی ہے، جن کا کام قرآن وحدیث کی خدمت کرنا تھا آج وہ معاش کی خاطر روڈ پر آ گئے ہیں، تجارت کرنا غلط نہیں ہے، یہ سنت نبوی ہے؛ لیکن یہاں دینی خدمت کا چھوٹ جانا اور بچوں کی تعلیم کا چھوٹ جانا بہت بڑا خسارا ہے۔ کرونا وائرس کی وجہ سے جو حالات اور مشکلات پیدا ہوئے ہیں، اس نے اخلاق وکردار میں بھی گراوٹ اور پستی پیدا کر دیا ہے، بہت سے لوگوں کے چہرے سے شگفتگی اور شائستگی چھن گئی ہے، سلوک اور رویے میں بھی تبدیلی در آئی ہے، بہت سے چہرے سے مسکراہٹ چھن گئی ہے۔ پیٹ کی بھوک اور روزی روٹی کی دقت نے چڑچڑا پن پیدا کر دیا ہے، کرونا وائرس کی اس بلا خیزی نے سفینہ حیات کو ڈگمگا دیا ہے۔ اس کا بہت بڑا سبب اسلامی تعلیمات سے انحراف، احکام خداوندی سے عملاً روگردانی بھی ہے، اللہ اور رسول کی عدم اطاعت اور باہمی کشاکش بھی ہے۔ اس وقت اور اس پر آشوب حالات میں ضرورت ہے کہ ہم توبہ اور رجوع کریں، اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ مضبوط کریں، جو بھول ہوئی ہے اس پر صدق دل سے معافی مانگیں، ظاہری تدابیر ووسائل پر بھی توجہ دیں اور اپنے اندر اعتماد علی اللہ اور صبر واستقلال کی زیادہ سے زیادہ صلاحیت پیدا کریں، تقدیر پر ایمان رکھتے ہوئے تدبیر پر بھی پوری توجہ کریں، کیونکہ تدبیر توکل کے خلاف نہیں ہے بلکہ عین توکل ہے۔ جو لوگ تدبیر اور اسباب کو چھوڑ کر توکل پر تکیہ کیے رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ نماز روزہ اور دعا سے ہی روزی روٹی کا مسئلہ حل ہو جائے گا، محنت اور تدبیر کی کیا ضرورت ہے وہ اسلامی تعلیمات اور روح شریعت سے نابلد ہیں۔ بہت سے مسائل اور سماجی برائی کا حل شریعت نے یہ بتایا ہے کہ اس کے لیے محنت، جد وجہد اور کوشش کرو تدبیر اور وسائل اختیار کرو، گھر سے باہر نکلو اپنی بکھری روزی کو تلاش کرو۔ وہاں صرف دعا اور نماز سے کام نہیں چلے گا پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس جانب رہنمائی کی ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ خود کفیل زندگی گزارے دوسروں کے سامنے دست سوال نہ پھیلائے کیونکہ سوال کرنا اور مانگنا ذلت ہے۔ اس سلسلہ میں درجنوں واقعات احادیث میں موجود ہیں۔

انسان کو اپنی روزی روٹی اور حلال رزق کے لیے خود توجہ کرنے کی ضرورت ہے دوسروں پر تکیہ کرنا اور کام چور بن کر گھر معاشرہ اور سماج کے لوگوں لئے بوجھ بننا یہ کسی طرح درست اور جائز نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہوں میں کچھ گناہ ایسے ہیں جن کو نماز اور روزہ اور حج اور عمرہ دور نہیں کرتے ان کو دور کرنے والی چیز معاش کے حصول کی فکر کرنا ہے۔ (رواہ ابن عساکر وابونعیم فی الحلیہ)

علماء۔ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہ سے مراد وہ نفسیاتی کمزوریاں ہیں جو اکثر معاشی ذرائع کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، مثلاً بخل، حسد، تنگ ظرفی، وعدہ خلافی وغیرہ انسانوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو حالات سے بے نیاز ہو کر اعلی اخلاق کا ثبوت دے سکیں؛ مگر ایسے لوگ ہمیشہ بہت کم پائے گئے ہیں، بیشتر لوگوں کا حال یہ ہے کہ مال ان کے لئے اخلاقی مددگار کی حیثیت رکھتا ہے، اگر ان کے پاس مال ہو تو وہ فیاضی کا ثبوت دیں گے اور اپنی مالی ذمہ داریوں کو بخوبی طور پر ادا کریں گے؛ لیکن اگر وہ مال سے خالی ہو جائیں تو ان کا دل چھوٹا ہو جاتا ہے، وہ تعلقات میں اعلی ظرفی کا ثبوت نہیں دے پاتے، ان کے ذمہ لوگوں کے جو مالی حقوق ہوں ان کی ادائیگی میں ان سے کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں۔

کوئی شخص اپنے اندر اس قسم کی کمی پائے تو وہ روزہ اور نماز کی زیادتی سے اس کو ختم نہیں کر سکتا ہے، ایک شخص جو مالی مشکلات سے دوچار ہو اس کے اندر چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے، چڑچڑا پن ایک ایسی اخلاقی کمزوری ہے جو بہت سی دوسری اخلاقی کمزوریوں کو جنم دیتی ہے، اس لئے جب آدمی اپنے اندر اس قسم کی کیفیت محسوس کرے تو اس کو چاہئے کہ اللہ کے بھروسہ پر معاش کے حصول کی جد وجہد میں لگ جائے۔

معاشی فراغت حاصل ہوتے ہی اس کا چڑچڑا پن خود بخود ختم ہو جائے گا، اسی طرح جو شخص مالی مشکلات میں مبتلا ہو اس کے اندر پست ہمتی آ جاتی ہے اور پست ہمتی بہت سی دوسری خرابیاں پیدا کرتی ہے، اس لئے جب آدمی اپنے اندر اس قسم کی علامت دیکھے تو اس کو چاہئے کہ معاش کی جد وجہد میں اپنی سرگرمیوں کو تیز کر دے، معاش کے حصول کے بعد خود بخود ایسا ہوگا کہ اس کا پستی کا مزاج جاتا رہے گا، اسی طرح جو شخص مال کی کمی کے مسئلہ سے دوچار ہو اس کے اندر "دینے" سے زیادہ "لینے" کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے جو بہت سی دوسری خرابیوں کو اپنے ساتھ لاتا ہے، اس لئے جو شخص اپنے اندر اس قسم کی کمزوری دیکھے تو وہ اپنے کو اس قابل بنانے کی کوشش شروع کر دے کہ وہ لوگوں سے لئے بغیر اپنی ضرورت پوری کر سکے، جب ایسا ہوگا تو خود بخود اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ (مستفاد از مطالعہ حدیث)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ اپنے اس مومن بندے کو محبوب رکھتا ہے جو کہ محتاج، پارسا، عیال دار ہو (ابن ماجہ) ایک دوسرے موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھوکا یا محتاج ہو اور وہ اپنی حالت کو لوگوں سے چھپائے تو خدا عز وجل پر حق ہے کہ وہ اس کے لیے حلال طریقے سے سال بھر کی روزی کا انتظام فرما دے (بیہقی شعب الایمان) یہ حدیث بتاتی ہے کہ آدمی کے پاس سب سے قیمتی شی اس کی اپنی شخصیت ہے، اس کے مجروح ہونے کے بعد اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ اپنے وقار کو مجروح کر کے لوگوں سے اگر کوئی مدد حاصل کرتا ہے تو بڑے ہی گھاٹے کا سودا ہے۔ اس لیے کہ ایک بیش قیمت شئی کھو کر اس نے جو چیز حاصل کی وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ مثالی معاشرہ وہی ہو سکتا ہے جس میں نہ صرف یہ کہ لوگوں کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا لحاظ پایا جاتا ہو؛ بلکہ وہ لوگوں کی عزت وآبرو اور ان کے وقار کی محافظت کا بھی ضامن ہو (مستفاد از کلام نبوت جلد دوم)

Scanned with CamScanner

نوجوان مستقبل کا سرمایہ ہے

عبیداللہ شمیم قاسمی

کسی بھی قوم وملک کی کامیابی وناکامی، فتح وشکست، ترقی وتنزلی اور عروج وزوال میں نوجوانوں کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ہر انقلاب چاہے وہ سیاسی ہو یا اقتصادی، معاشرتی سطح کا ہو یا ملکی سطح کا، سائنسی میدان ہو یا اطلاعاتی ونشریاتی میدان، غرض سبھی میدانوں میں نوجوانوں کا کردار نہایت ہی اہم اور کلیدی ہوتا ہے۔ ماضی میں بھی جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے ہر چھوٹی بڑی تبدیلی نوجوانوں ہی کے ذریعے آئی ہے۔ زمانہ حال میں بھی نوجوان ہی پیش پیش ہیں، مستقبل میں بھی ہر قوم وملک انھیں پر اپنی نگاہیں اور توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے۔ نوجوان قوم کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں، معاشرے میں نوجوانوں کا کردار انتہائی اہم ہوتا ہے، اپنے معاشرے کا مغز ہوتے ہیں۔ اپنے سماج کا آئینہ ہوتے ہیں اور سوسائٹی کا عظیم اثاثہ ہوتے ہیں، معاشرے کی نشونما، معاشرے کی بقا اس کی صلاح وفلاح، اس کا مستقبل انہیں کے دامن سے وابستہ ہوتا ہے۔

نوجوان ایک اچھے اور طاقتور معاشرے کے معمار بھی بن سکتے ہیں اگر نوجوان کا ذہن روشن نہ ہوا تو معاشرے کا دماغ کبھی روشن نہ ہو سکے گا۔ اگر نوجوان کا کردار غلط ہوا تو قوم کا کردار بھی صحیح نہیں ہو سکتا، معاشرے کی ذہنی نشونما اور فکری ارتقا کا دارومدار نوجوانوں پر ہے۔ قرآن مجید اصحاب کہف کے حوالے سے نوجوانوں کا کردار اس طرح سے بیان کرتا ہے: ”ہم ان کا اصل قصہ تمھیں سناتے ہیں، وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی“۔

یہ وہ نوجوان تھے جنھوں نے وقت کے ظالم حکمراں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر رب العالمین پر ایمان لا کر حق پرستی کا اعلان کیا۔ اللہ تعالی ان کے عزائم وحوصلے اور غیر متزلزل ایمان اور ان کے عالم گیر اعلان کے بارے میں اس طرح فرماتا ہے: ”ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اٹھے اور انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا رب بس وہی ہے جو آسمانوں ور زمین کا رب ہے، ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بے جا بات کریں گے“۔

ان چند نوجوانوں نے اپنے زمانے میں جو کردار ادا کیا وہ تمام نوجوانوں کے لیے نمونہ عمل ہے۔ اسی طرح سے قرآن مجید نے حضرت موسی علیہ السلام پر ایمان لانے والے چند نوجوانوں کا تذکرہ کیا۔ حضرت موسی علیہ السلام کو قوم نے ہر طرح سے جھٹلایا؛ لیکن وہ چند نوجوان ہی تھے جنھوں نے کٹھن حالات میں حضرت موسی علیہ السلام کی نبوت پر ایمان کا اعلان کیا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”موسی علیہ السلام کو اسی قوم میں سے چند نوجوانوں کے سوا کسی نے نہ مانا، فرعون کے ڈر سے اور خود اپنی قوم کے سربراہ لوگوں کے ڈر سے کہ فرعون ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا، بلا شبہ فرعون زمین میں تکبر کرنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا تھا“۔

ہر جماعت اپنے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے نوجوانوں کے تعاون کی محتاج ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جماعت کی کوشش ہوتی ہے کہ اسے نوجوانوں کی زیادہ سے زیادہ حمایت حاصل ہو، کیوں کہ کسی بھی ملک، قوم یا معاشرے میں حقیقی اور مثبت تبدیلی نوجوان ہی لا سکتے ہیں، جب نوجوان مخلص ہو کر اپنے ملک وقوم کے لیے محنت اور جدوجہد کرنے لگتے ہیں تو مثبت تبدیلی، ترقی اور بہتری کو کوئی نہیں روک سکتا، کامیابی ان کے قدموں کو چومے گی۔ نوجوان ہی وہ قوت ہیں، جو اگر ارادہ کر لیں تو ملک کی باگ ڈور سنبھال کر ملک کو اوج ثریا پر پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ کامرانی ان اقوام کی قدم بوسی کرتی ہے جن کے نوجوان مشکلات سے لڑنے کا ہنر جانتے ہیں۔ خوش حالی ان اقوام کے گلے لگتی ہے، جن کے نوجوانوں کے عزائم آسمان کو چھوتے ہیں۔ ترقی ان اقوام کا مقدر بنتی ہے، جن کے نوجوانوں میں آگے بڑھنے کی لگن اور تڑپ ہوتی ہے۔ اگر نسل نو قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دیتے ہوئے تعمیر ملت کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور ملک میں ہر برائی کو اچھائی میں تبدیل کرنے کی ٹھان لیں، تو یقین کیجیے کہ تعمیر قوم کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ دریا میں تنکے کی طرح بہہ جائے۔ دورِ حاضر میں نوجوانوں کو کئی دشواریاں پیش آئی ہیں، ان مسائل کا حل کرنا بہت ضروری ہے، تعلیم وتربیت ان مسائل میں سرفہرست ہے، نوجوانوں کو تعلیم وتربیت میں تعلیمی ادارے نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں، تعلیمی اداروں کی انتظامیہ کو یہ بات ذہن نشین رکھ لینی چاہیے کہ جب نوجوان نظریاتی انتشار وخلل کا شکار ہوتے ہیں تو یہ تباہی وبدنامی صرف اداروں کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ نہیں بنتی بلکہ جب نوجوان اس چھوٹے معاشرے سے نکل کر بڑے معاشرے میں قدم رکھتے ہیں تو غلام ذہن ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ جب ذہن ایک بار غلامی قبول کر لے تو ملک وقوم کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا اور ایسی ہی قومیں زوال کا جلد شکار ہوتی ہیں جن میں تعمیری ذہن تخریب کی اساس بننے لگیں۔ علمی احیا اور آزادانہ فکری ماحول ہی تعلیمی اداروں کی بقا کا ضامن ہے۔ اس حوالے سے سب سے بنیادی چیز بہترین تعلیم کا حصول ہے، بہترین تعلیم کا مطلب مہنگے اور مشہور تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے وسائل اور استعداد کے مطابق آپ جہاں بھی تعلیم حاصل کر رہے ہوں آپ کا ایک ایک لمحہ سیکھنے کے عمل میں استعمال ہو۔ اس لئے اس وقت کو ضائع نہ ہونے دیں۔ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا علم جو آپ کو بہترین مسلمان اور اچھا انسان بنائے اور آپ کی صلاحیتوں کو ابھارنے میں معاون ثابت ہو۔ اگر آپ میں لکھنے، پڑھنے، بولنے اور سمجھنے کی بہترین استعداد ہوگی تب ہی آپ مختلف اداروں یا معاملات میں اپنا کردار بہتر طور پہ ادا کر سکیں گے۔ تعلیم ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعے بے روزگاری، جہالت، ناانصافی اور ظلم کا خاتمہ کر کے دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے. دنیا کی ترقی یافتہ قومیں اپنے ملک ومعاشرے کی ترقی، استحکام اور امن کے قیام کیلئے اپنے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دیتی ہیں، اور ان کے مسائل کے حل کے لئے خصوصی اقدامات کرتا ہے، کیونکہ اگر نوجوان صحیح راستہ سے ہٹ جائیں تو معاشرہ عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے۔

وحی الٰہی سے دوری اور نوجوان

اس وقت امت کے نوجوانوں میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ تعلیماتِ الٰہی سے نابلد اور دوری اختیار کیے ہوئے ہیں۔ نوجوان طبقہ عموماً قرآن مجید کو ایک رسمی اور مذہبی کتاب سمجھتا ہے۔ اس کتاب کے متعلق ان کا تصور یہ ہے کہ اس کے ساتھ اگر تعلق قائم بھی کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ تلاوت ہی تک محدود رہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب زمانہ حال کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی اہلیت اور صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کتاب انقلاب ہے۔ یہ عصر حاضر کے چیلنجوں کا نہ صرف مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے بلکہ تمام مسائل کا حل بھی فراہم کرتی ہے۔

قرآن جہاں انسان کو آفاق کی سیر کراتا ہے وہیں یہ ہمیں انفس کی ماہیت وحقیقت سے بھی روشناس کراتا ہے۔ جہاں عبادت کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے وہیں سیاسی معاملات کے لیے بھی رہنما اصول بیان کرتا ہے۔ جہاں اخلاقی تعلیمات کے بارے میں ہدایات دیتا ہے وہیں یہ اقتصادی نظام کے لیے بھی ٹھوس بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ یہ جہاں حلال وحرام کے درمیان تمیز سکھاتا ہے وہیں یہ حق وباطل کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کرتا ہے۔ نوجوان اس کتاب انقلاب کے بغیر حقیقی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اسی کتاب کو کامیابی اور نجات کا واحد ذریعہ سمجھنا چاہیے۔

مسلم نوجوان ذاتی کردار کے حوالے سے بے داغ، عفیف وپاک دامن ہونا چاہیے، ان کا یقین وایمان پختہ اور اس کے اخلاق واعمال کا معیار اعلی ہو، وہ عزم بلند اور فکر ارجمند کا مالک ہو، وہ گھر میں محبت کی زبان اور معاشرے میں اخوت کا بیان ہو، اس کا جذبہ وارادہ، اس کا عزم وحوصلہ اور اس کا ولولہ وہمت عظیم ہو۔ وہ بیک وقت جلال وجمال، محبت وہیبت کا جامع ہو، اس کے مقاصد جلیل اور اس کی امیدیں قلیل ہوں، اس کا ماضی درخشاں، حال روشن اور مستقبل پُر امید ہو اور اس کی دمکتی ہوئی پیشانی پر ستارہ اقبال وہوش مندی ہویدا ہو۔ مسلم نوجوان کے لیے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ ”چلو ادھر کو ہوا ہو جدھر کی“ یعنی زمانہ کے حالات کے مطابق عملی تصویر بننے اور جوش وعاقبت نااندیشی کے گرداب میں محصور ہونے کے بجائے ہوش وتدبر، غور وفکر سے کام لے کر بزرگوں کے تجربات اور مسلم اصولوں کی روشنی میں اپنے اسلامی جذبے کے لیے درست اور صحیح میدانِ عمل متعین کرے۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ تو آپ کو یاد ہوگا جب ۶ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے، مقام حدیبیہ تک پہنچ کر آپ رک گئے، کفار مکہ نے آگے جانے کی اجازت نہیں دی اور ان شرطوں پر صلح کی کہ اس سال عمرے کی اجازت نہ ہوگی، آئندہ سال عمرہ کر سکتے ہیں، نیز اہل مکہ میں سے کوئی مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو اس کو واپس کریں گے، لیکن مسلمانوں میں سے کوئی اگر اہل مکہ سے آملے تو کفار اسے واپس نہیں کریں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تمام شرائط مان کر صلح کر لی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلح کرنے کے بعد صحابہ کرام کے جذبات کا کیا عالم ہوا ہوگا جو ایمان ونصرت خداوندی پر یقین کامل کے مالک، جن کے دل جذبہ جہاد سے سرشار اور شوق شہادت جن کی متاع زندگی تھا۔ لیکن اطاعت رسول اور قوت ایمانی کا مظاہرہ کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آئندہ نسلوں کے لیے بالخصوص نوجوان نسل کے لیے اپنے جذبات قابو میں رکھنے اور امیر کے حکم کی تعمیل کا عظیم سبق دیا۔ اسی کے ساتھ ہمیں ملک وملت کے پاسبان ہونے کی حیثیت سے اپنا کردار اس سپاہی کی طرح بنانا ہوگا جس کے ہاتھ فتح مدائن کے وقت قیمتی جوہرات سے مرصع کسری کا تاج زریں آیا، تو وہ اس کو اپنے دامن میں چھپا کر امیر افواج اسلامی حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس لا کر عرض کرنے لگا: ”یہ کوئی بہت قیمتی چیز معلوم ہوتی ہے، یہ میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں تا کہ بیت المال میں داخل ہو جائے؛“ مسلمان امیر حیرت میں ڈوب گئے کہ اللہ اکبر! اتنا قیمتی جواہرات سے مرصع تاج اور اس غریب سپاہی کی نیت خراب نہ ہوئی، کہا کہ آپ کا نام؟ اس نے دروازے کی طرف منہ کر کے پیٹھ پھیر کر کہا: جس کے لیے میں نے یہ کام کیا ہے، وہ میرا نام جانتا ہے“ یہ کہ کر وہ روانہ ہو گیا۔

اس لئے موجودہ حالات میں ہمیں نوجوانوں کو خاص تربیت دینے ہوں گے، اس کے لئے ضروری ہے کہ دین کی بنیادی ضروریات کا علم ہو، نماز روزہ وغیرہ کے مسائل سے واقفیت ہو جو ہر مسلمان کے لئے جاننا ضروری ہے، نوجوانوں کے اندر خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنا ضروری ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کیا جائے اور آپ کے جانثار صحابہ کرام کی زندگی کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ اللہ تعالی ہمیں دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

بقیہ: فلسطین - خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اس جنگ بندی کو سمجھ لینا کہ مستقل اور پائیدار ہے، بڑی غلطی ہوگی، اسرائیل کی توسیع پسندانہ پالیسی اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی، اس لیے پھر وہ وعدہ خلافی کرے گا ہی، ہٹلر نے یہودیوں کا قتل عام یوں ہی نہیں کیا تھا، ہولوکاسٹ کی کہانی جس قدر بھی فرضی ہو؛ لیکن کچھ نہ کچھ اس میں صداقت تھی، ہٹلر نے کہا تھا کہ میں نے کچھ یہودیوں کو چھوڑ دیا ہے تا کہ دنیا ان کے کرتوتوں کو دیکھ کر سمجھ لے کہ ہم نے اسے کیوں قتل کرایا، آج فلسطین کے ساتھ اس کے ظالمانہ رویہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہٹلر کا یہ عمل ظالمانہ سہی؛ لیکن اس کے وجوہات کچھ نہ کچھ معقول تھے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ہٹلر کے اس عمل کو سراہتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے، ظلم تو ظلم ہے کسی کے ساتھ ہو، اسی طرح ہم نسلی بنیادوں پر بھی تفریق کے قائل نہیں؛ حالانکہ اسرائیل نے فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے وہ بھی نسلی بنیادوں پر ہی بال و پر نکال رہا ہے، ہم ہندوستانی شروع سے ہی نسلی امتیاز کے خلاف رہے ہیں، اسلام کی تعلیمات بھی یہی ہیں، اسی لیے ہندوستان جنوبی افریقہ کا بائیکاٹ کئے ہوئے تھا، اس کے پاسپورٹ پر صراحتاً لکھا ہوتا تھا کہ آپ فلاں فلاں ملک جا نہیں سکتے، جب وہاں سے یہ امتیاز ختم ہوا تب ہندوستان سے اس کے تعلقات استوار ہوئے۔

اسرائیل کی مخالفت کی ایک بنیاد یہ بھی ہے کہ یہ صرف اسلامی نہیں، انسانی مسئلہ ہے، اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے تمام مسلم اور عرب ممالک کو متحد ہو کر فلسطین کی آزادی کی جدوجہد جاری رکھنی ہوگی، عملی طور منظم موقف ہی اس کا واحد حل ہے، عالمی میڈیا بھی اسرائیل کے زیر اثر ہے اور اسرائیل اسے دودھ پلا پلا کر پروپیگنڈہ کے لئے استعمال کرتا رہا ہے، رائے عامہ کی بیداری کے لیے میڈیا کو اس کے لیے تیار کرنا کہ وہ جانب دار نہیں ہے، حق کا طرف دار ہو کر کام کرے، یہ بھی ایک کام ہے، گو یہ بہت آسان نہیں ہے، ایک اور کام غزہ کی تعمیر نو کا ہے، جس کے لیے کثیر رقم کی ضرورت ہوگی، زخمیوں کا علاج اور صحیح دیکھ ریکھ بھی اس وقت کا بڑا کام ہے، بعض غیر اسلامی ملک نے تعاون کی پیشکش کی ہے، مسلم اور عرب ملکوں کو بھی اس سمت میں پیش قدمی کرنی چاہیے؛ تا کہ غزہ میں جو کچھ تباہ ہو گیا ہے اس کی تعمیر نو کی جا سکے، دفاع کے لیے اسلحے بھی آج کی ضرورت ہیں، اس سمت بھی توجہ دینی چاہیے؛ تا کہ فلسطین پہلے سے طاقتور ہو کر دنیا کے سامنے آئے، اور بتا دے کہ تم جتنا دباؤ گے، اتنا ہی یہ ابھرے گا۔

Scanned with CamScanner

رمضان المبارک کے بعد کیا ہم آزاد ہیں

مولانا شمس الحق ندوی

رمضان المبارک، خیر و برکت اور اللہ رب العزت کے جود وسخا رحمتوں کی بارش کا موسم بہار ہوتا ہے اور اس مہینہ کے ختم اور چل چلاؤ کا وقت آتا ہے، تو رب کریم کی نوازشات بے پناہ ہوتی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اس کریم رب کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑا قصور معاف کرنے والا ہے، پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں:

کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے آقا اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، میں نے ان کو رمضان اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم، جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا، میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم، تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور ذلیل نہ کروں گا، اب تم بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوں، فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھکر جو اس امت کو افطار کے وقت ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور خوشی سے کھل جاتے ہیں۔

یہ ہے روزہ کا انعام اور صرف اللہ کی رضا کے لیے بھوکے پیاسے رہنے اور ذکر وتلاوت کا صلہ جو اللہ کے اجر وثواب ہی کی خاطر کیا گیا تھا، کیا انعام پانے والا خوشی میں سرمست ہو کر ایسے کام کرنے لگتا ہے جو اس انعام کے شایان نہ ہوں کیا انعام پانے کے بعد اس کو یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ اب تم بخشے بخشائے ہو، کوئی بھی غلط یا برا عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا، کیا رمضان کا روزہ دار جس نے اپنی حلال کمائی کو بھی پابندیوں کے اوقات میں نہ کھایا ہو، وہ اب رمضان کے بعد حرام مال کھائے گا؟ وہ اپنے بھائی، پڑوسی حصہ دار اور دیگر لوگوں کے حقوق مارنا اور اس پر ناجائز قبضہ کر لینا درست وروا سمجھے گا؟ رمضان میں اس نے اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور فحش گوئی سے باز رکھا، کیا رمضان کے بعد اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ دے گا؟ اس نے رمضان المبارک میں محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں، اور مسکینوں کو کھانا کھلایا، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی اہل حق کے حقوق ادا کیے، صدقہ دیا، زکوۃ نکالا، بھوکوں کو کھانا کھلایا، جن کے پاس کپڑے نہ تھے ان کو کپڑے بنوا دیے، کیا یہی شخص اب یتیموں بیواؤں کے ہاتھ کا ٹکڑا چھینے گا؟ کیا خود کھائے گا اور اپنے بھائی کو فاقہ کی حالت میں دیکھے گا، بلکہ اس پر خوش ہوگا، جملے کسے گا، اکڑے گا، اترائے گا، کیا اب وہ امت مسلمہ کی دینی ملی ضرورتوں سے آنکھیں بند کرے گا اور اپنی دنیا میں مگن رہے گا؟

نہیں ہرگز نہیں، آقا کے اس فرمان نے کہ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوں ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیا اور رمضان المبارک کی مشق نے اس کی صلاحیت بھی پیدا کر دی ہے اور یہ سمجھا دیا کہ جس طرح تم نے یہ ایک مہینہ گزار کے دیکھ لیا کہ غلط کاموں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کی تم میں طاقت وصلاحیت ہے اسی طرح ہمت سے کام لو تو پوری عمر گزار سکتے ہو، اور آقا کے حضور بخشے بخشائے پہنچ سکتے ہو۔

جب یہ حقیقت ہے تو ہم کیوں نہ رمضان کے بعد کی زندگی بھی آقا کے حکموں کے مطابق گزاریں اور ہم کو بخشے بخشائے ہونے کی جو سند ملی ہے اس میں داغ دھبہ نہ لگنے پائے بلکہ اس اجر وثواب میں کسی ایسے گناہ کی آنچ وگرمی نہ پہنچنے پائے جو اس کو جلا کر اس طرح خاک کر دے جیسے ماچس کی تیلی دیکھنے میں کتنی حقیر و معمولی ہے مگر بسا اوقات ذرا سی چوک بڑے بڑے ڈھیر و ذخیروں بلکہ گاؤں وبستیوں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔

جو تاثیر ماچس کی تیلی میں ہوتی ہے بعینہ یہی تاثیر بلکہ اس سے بڑھ کر بعض اعمال میں ہوتی ہے، لہذا رمضان کے بعد کی زندگی اور خصوصا آقا کے اعلان معافی کو سن کر اپنی زندگی زیادہ احتیاط اور تقویٰ کے ساتھ گزارنے کی ہمت وحوصلہ کرنا چاہئے، رمضان کے بعد والی زندگی میں صاف عیاں ہونا چاہئے کہ ہم نے رمضان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

یہ یاد رہے کہ جس آقا نے رمضان المبارک میں اپنی رحمتوں اور بخششوں کی جھڑی لگا رکھی تھی اس کے خزانہ قدرت میں کچھ کمی نہیں آگئی کہ رمضان کے بعد داد ودہش سے ہاتھ روک لے اور سنبھال سنبھال کر خرچ کرے، اس کا دریائے رحمت بعد میں کھلا رہتا ہے اور لینے والوں کے لیے کچھ کمی نہیں ہوتی، یہ بڑی غلطی ہوگی کہ آدمی اب اگلے رمضان تک اپنے کو آزاد سمجھے، یہ رمضان المبارک کی روح اور تقاضے کے سراسر خلاف ہے، یہ سمجھ لینا کہ رمضان میں بہت کچھ کما لیا، اب اگر نمازوں میں وہ اہتمام نہ ہو اور حرام وحلال میں فرق واحتیاط کا دھیان وخیال نہ ہو تو بندے کا طرز عمل آقا کو ناراض بھی کر سکتا ہے کہ اس کی ذات بڑی غیور ہے۔ لہذا اس کی پوری فکر ہونی چاہئے کہ رمضان کے بعد کی زندگی آقا ہی کی مرضی کے مطابق گزرے، اگر ایسا کیا گیا تو خیر وبرکت کا سلسلہ اب بھی جاری رہے گا، اور آفات وبلیات سے حفاظت رہے گی، ایمان واسلام کی سچی روح اپنا کام کرتی رہے گی ورنہ ہماری مثال عرب کی اس عورت کی سی ہوگی جو سوت کاتتی پھر اس کو کھول دیتی یعنی اپنے کئے کرائے کو ملیامیٹ کر دیتی تھی۔

حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کی مذہبی رواداری

حضرت ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ملت اسلامیہ کو یہ انمول سبق دیتی ہے کہ شیر کی زندگی بسر کرو، گیدڑ کی نہیں، اسلام اور وطن کو عزیز سمجھو، مال ودولت کو نہیں، حقائق زندگی ومقاصد حیات پر نظر رکھو، عیش وعشرت پر نہیں۔ فرض شناسی واصول پرستی کو اپناؤ، تنگ نظری وتعصب کو نہیں، ایجادات، اختراعات، تدبیر وتنظیم کی طرف توجہ دو، رقابت، خود فروشی اور بولنا کی کی طرف نہیں، غرض سلطان نے ایک صالح نظام حیات کا خواب دیکھا تھا، اس خواب کو سچا کر دکھانے کے لئے انہوں نے اپنی جان بھی قربان کر دی، ملت کی کتاب زندگی کے اوراق پریشان کی شیرازہ بندی کا عزم راسخ لے کر وہ آئے تھے۔ اسی مقصد کے لئے وہ زندہ رہے اور اسی مقصد کی خاطر آپ نے جام شہادت بھی نوش فرمایا۔

سچ تو یہ ہے کہ اس دھرتی پر ہزاروں تاجدار آئے اور گئے، مگر جو عظمت سلطان معظم کے حق میں آئی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی، اس لئے کہ انہوں نے تاریخ کی پیشانی پر اپنے خون سے یہ لکھ دیا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے۔

سلطان کو یہ عظمت کیوں حاصل ہوئی؟ اس لئے کہ وہ راز زندگی جان گئے تھے، حق کے لئے جان دینا عین بندگی وزندگی سمجھتے تھے۔ ایک بامعنی بامقصد، اخلاقی تہذیبی زندگی کو مقصد حیات تصور کرتے تھے، اور یہ خیال کرتے تھے کہ اگر یہ نہ حاصل ہو تو بیکار ہے، دنیا ہو یا دین۔ غور سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ انہوں نے سارے عالم میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا، انگریزوں کی نیند حرام کر دی تھی، ان کے سورماؤں کو خاک وخون میں ملا دیا تھا۔ ان کے خلاف ایک نہیں چار جنگیں لڑیں، ان میں ابتدائی دو جنگوں میں ان کے دانت کھٹے کر دیئے تھے، ان کی صنعت ان کی تجارت، ان کی قیادت، ان کی مکاری اور ان کی عیاری کو ایسا دھکا لگایا تھا کہ وہ تلملا اٹھے، ہندوستان کے کسی راجہ یا نواب یا بادشاہ کو وہ سعادت نصیب نہیں ہوئی تھی کہ مغرب کے فرعون کو نیچا دکھا دیں۔ 1769ء میں مدراس پہنچ گئے اور انگریزی سرکار کے حاکموں کے احاطہ پر کود پڑے اور انہیں مجبور کر دیا کہ اپنی جان بچانے کے لئے قریب کے جہازوں میں پناہ لے لیں۔ 1780 میں سر ہکٹر منرو بہادر سپہ سالار، جن بکسر کی جنگ میں ہندوستان کے تین عظیم بادشاہوں کو یہ ایک وقت شکست دی تھی، اور انگریزی راج مستحکم کر دیا تھا، سلطان کا مقابلہ نہ کرتے ہوئے اپنے سارے توپ، اسلحہ، بارود کانجی ورم تالاب میں پھینک کر مدراس کے قلعہ میں پناہ لے لیتا ہے، کرنل بیلی کی ساری فوج یا تو کٹ جاتی ہے یا قید کر لی جاتی ہے۔ خود کرنل بیلی سری رنگ پٹن کے جیل خانے کی ہوا کھاتے کھاتے وہیں دم توڑ دیتا ہے، یہی حشر برتھ ویٹ کا ہوا، جنرل میڈاس میسور کی تیسری جنگ میں شکست کھا کر خودکشی پر آمادہ ہو گیا تھا، غرض تاریخ ہند میں سلطان واحد تاجدار تھا جس نے غیر ملکی اقتدار کے خلاف جہاد کرتے کرتے اس خطہ کی سرزمین پر اپنا مقدس خون بہا کر اس کے ذروں کو منور کر دیا۔

سلطان نے تاریخ بدل دی۔ تاریخ ساز بن گئے، جدت واختراع کا ایسا شوق کہ شہروں کے نام بدل ڈالے۔ وزن کے باٹ، پیمانے کے آلے، فاصلے کے کوس، ہندسے لکھنے کا طریقہ، مہینوں وسالوں کے نام، نئی تقویم، امرض کے نسخے، فن طب، تعمیرات، ادب، سخن، تصنیف، تالیف کا انبار، اردو کا نیا اخبار، دارالامور کے نام سے ایک نئی یونیورسٹی، ہر میدان میں انقلابی امور ظہور میں آئے۔ انتا ہی نہیں راکٹ کے اختراع کا سہرا کس کے سر ہے؟ سلطان کے سر۔ اسی طرح بحری بیڑے، لوہے وفولاد کے کارخانے، شکر کے کارخانے، ریشم کی کاشت، دریائے کاویری پر بندھ کی تعمیر کا منصوبہ، منگلور سے قریب سمندروں سے موتی نکالنے کا طریقہ، جاگیرداری کا انسداد، کاشتکاری وزراعت کے فروغ تجارت کی ترقی، اندرونی ہند میں کئی تجارتی منڈیوں کا انعقاد، شراب نوشی پر پابندی، غلامی کی ممانعت، نئے طرز کے بینک، نئے طرز کی عدالت، حق وانصاف رواداری، رعایات پر شفقت، اسرافات وخرافات پر پابندی، ایک انقلابی جمہوری مجلس (Jacobin club) کا نفاذ، وغیرہ سینکڑوں طریقوں سے سلطان نے اس ملک کا نقشہ ایسا بدلا کہ فردوس بریں کا منظر نظر آنے لگا۔

آخر میں ایک اور بات کہنی بہت ضروری ہے کہ تعصب کی آنکھ رکھنے والے لوگ سلطان کی مذہبی پالیسی پر سخت نکتہ چینی کرتے ہیں، ستم یہ ہے کہ جو حکمراں اپنے بچوں کو یرغمال میں دے کر ملک کی حفاظت کرے اس پر طرح طرح کے اعتراضات گڑھتے ہیں، یہ سب غلط باتیں ہیں۔ اگر کوئی سلطان کی وسیع القلبی، رواداری اور فرض شناسی کو جاننا چاہتا ہو تو وہ سرنگیری کے ان ریکارڈ اور مخطوطات کا مطالعہ کرے جو سلطان نے کس جذبے سے اس مندر کے سوامی کو ایک نہیں کئی خطوط لکھے ہیں۔ سلطان کے عطا کردہ ایک نہیں 156 مندروں کی فہرست دیکھئے جن کو سلطان نے کئی عطیے اور جاگیریں عطا کی ہیں۔ سلطان کی سرکار کے ان اعلیٰ افسروں کے ناموں پر نظر ڈالے جہاں پورنیا وزیر مالیات تھا، کرشنا راؤ وزیر خزانہ تھا، شیام راؤ وزیر مواصلات تھا، سرینواس راؤ، اپاجی رام، مول چند، سجن رائے سفیر تھے، سبا راؤ آپ کا اہم پیشکار تھا، ناگپا فوجدار تھا، رام راؤ، سری پت راؤ قلعدار تھے، خود گاندھی جی نے کہا ہے کہ ٹیپو سلطان ہندو مسلم اتحاد کا مجسمہ تھے۔ مگر سلطان کی عظمت وشان تمام باتوں سے بڑھ کر اس بات میں مضمر ہے کہ

آخری ہچکی نے دی اللہ اکبر کی صدا
نزع کی حالت میں بھی تو نے کی باطل سے جنگ

(ماخوذ)

Scanned with CamScanner

سید محمد عادل فریدی

نائیجریا میں کشتی حادثہ: 150 افراد ہلاک

افریقی ملک نائیجریا کے ایک دریا میں کشتی ڈوبنے سے 150 سے زائد افراد لاپتہ ہوگئے جن میں بچے اور خواتین کی بڑی تعداد بھی شامل ہیں۔ نائیجریا کے حکام کا کہنا ہے کہ کشتی میں گنجائش سے زیادہ دوسو افراد سوار تھے، کشتی دو حصوں میں ٹوٹ کر ڈوب گئی۔ (یواین آئی)

طالبان کا پڑوسی ممالک کو امریکہ کو فوجی اڈے نہ دینے کا مشورہ

امریکہ سمیت دیگر ممالک کے فوجیوں کے انخلا کے بعد افغان طالبان کا لب ولہجہ بھی تبدیل ہوتا جارہا ہے۔ اب اس نے افغانستان کے پڑوسی ممالک کو خبردار کیا ہے کہ وہ اپنی سرزمین سے امریکہ کو فوجی اڈے چلانے کی اجازت نہ دیں، اور اگر ایسا ہوا تو یہ ان کی تاریخی غلطی ہوگی۔ ایک عالمی خبر رساں ایجنسی کے مطابق امریکہ، افغانستان سے اپنی فوج کے انخلا کے آخری مراحل میں ہے اور حالیہ دنوں میں امریکہ اور پاکستان کے مابین سفارتی سطح پر ہونے والے رابطوں نے ان قیاس آرائیوں کو جنم دیا ہے کہ پنٹاگن طالبان کے خلاف استعمال کرنے کے لئے نئے اڈوں کی تلاش میں ہے۔ (یواین آئی)

شام کے صدارتی انتخابات سے طویل مدتی تنازعہ کے حل کی کوششیں کمزور: یوروپی یونین

یوروپی یونین کی خارجہ پالیسی کے سربراہ جوزپ بوریل نے جمعرات کے روز کہا کہ شام کے صدارتی انتخابات جمہوری حق رائے دہی کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتے اور اس سے طویل عرصے سے جاری تنازعہ کو حل کرنے کی کوشش کو نقصان پہنچتا ہے۔ مسٹر بوریل نے ایک بیان میں کہا کہ ''شام میں 26 مئی کو ہونے والے صدارتی انتخابات حقیقی جمہوری ووٹنگ کے کسی بھی معیار پر پورا نہیں اترتے اور تنازعہ کے حل میں بھی کسی طور معاون نہیں ہیں۔ شام میں انتخابات ایک خالص سیاسی عمل کے دائرہ کار میں سنجیدگی سے ہونے چاہئیں اور وہ بھی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد 2254 کے مطابق انجام دیا جانا چاہئے''۔ (یواین آئی)

مسئلہ فلسطین اولین ترجیح تھی اور رہے گی: سعودی عرب

سعودی عرب نے باور کرایا ہے کہ مسئلہ فلسطین مملکت کے لیے اولین معاملہ تھا اور اب بھی ہے، مملکت تمام وسائل اور راستوں سے فلسطینی عوام کا تعاون کرتی آئی ہے اور آئندہ بھی کرتی رہے گی، سعودی عرب کا مقصد فلسطینیوں کو ان کے قانونی حقوق واپس دلانا اور ۱۹۶۷ء کی حدود پر مکمل خودمختاری کی حامل ایک فلسطینی ریاست کا قیام ممکن بنانا ہے، جس کا دارالحکومت مشرقی بیت المقدس ہے۔ اقوام متحدہ میں سعودی عرب کے مستقل مندوب ڈاکٹر عبدالعزیز الواصل نے فلسطینی اراضی میں اسرائیلی استعماری پالیسی میں تیزی آنے میں گہری تشویش کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر واصل نے عالمی برادری پر زور دیا کہ وہ اسرائیل کو سلامتی کونسل کی قرارداد 2334 سمیت سبھی قراردادوں کے احترام کا پابند بنائے۔

پاکستان میں بس حادثے میں 11 کی موت، 16 زخمی

پاکستان کے قبضے والے کشمیر میں سنیچر کو ایک بس کے گہری کھائی میں گر جانے سے 11 لوگوں کی موت اور 16 دیگر زخمی ہوگئے۔ ایکسپریس ٹریبون کے مطابق یہ بس حادثہ مظفر آباد کے شہر میں پیش آیا۔ بس میں بیٹھے مسافر راولپنڈی سے چاکوٹھی گاؤں جارہے تھے۔ بس حادثے کی اطلاع ملنے کے فوراً بعد بچاؤ ٹیم موقع پر پہنچی اور زخمیوں کو نزدیکی اسپتال پہنچایا گیا۔ زخمیوں میں سے پانچ کی حالت سنگین ہے۔ مہلوکین میں تین بچے بھی شامل ہیں۔ (یواین آئی)

افغانستان میں یونیورسٹی بس میں دھماکہ، 4 لیکچرر جاں بحق

افغانستان میں البیرونی یونیورسٹی کی بس کو دھماکے سے اُڑا دیا گیا جس کے نتیجے میں 4 لیکچرار جاں بحق اور 13 زخمی ہوگئے۔ افغان میڈیا کے مطابق یونیورسٹی بس کو صوبہ پروان کے ضلع بگرم میں نشانہ بنایا گیا۔ بس میں 20 کے قریب اساتذہ اور تعلیمی عملہ سوار تھا۔ دھماکہ اتنا شدید تھا کہ یونیورسٹی بس مکمل طور پر تباہ ہوگئی اور دھماکے کے بعد مسافر بس میں بری طرح سے پھنس گئے۔ ریسکیو عملے نے بس کو کاٹ کر مسافروں کو باہر نکالا اور قریبی اسپتال منتقل کیا جہاں 4 لیکچرر کی ہلاکت کی تصدیق کردی گئی۔ دھماکے میں 13 افراد زخمی بھی ہوئے جن میں زیادہ تر اساتذہ شامل ہیں۔ پروان پولیس کے ترجمان کا کہنا ہے کہ تا حال کسی شدت پسند گروپ نے حملے کی ذمہ داری قبول نہیں کی ہے تاہم اس علاقے میں طالبان سمیت کئی جنگجو گروہ متحرک ہیں۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

شام میں بشار الاسد چوتھی بار ملک کے صدر منتخب

جنگ زدہ شام میں بشار الاسد 95 فیصد ووٹ لیکر چوتھی بار صدر منتخب ہوگئے۔ عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق شام کی پارلیمانی اسپیکر نے اعلان کیا ہے کہ 95 فیصد ووٹ لیکر بشار الاسد نے صدارتی انتخاب میں فتح حاصل کرلی ہے۔ اس اعلان کے بعد صدر بشار الاسد کے حامی سڑکوں پر نکل آئے اور جشن منایا۔ صدر بشار الاسد کے مخالف دو اہم امیدوار بھی تھے جن میں سے ایک سابق وزیر مملکت عبداللہ سلام عبداللہ اور دوسرے مفاہمت پسند اپوزیشن رہنما محمد مہری تھے، تاہم دونوں بری طرح شکست سے دوچار ہوئے۔ انتخابات کی نگرانی کرنے والے عالمی اداروں؛ امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور اٹلی کا انتخابی نتائج کو مسترد کرتے ہوئے کہنا تھا کہ شام میں ہونے والے صدارتی انتخاب نہ تو شفاف تھے اور نہ آزادانہ تھے۔ 2014 میں ہونے والے گزشتہ صدارتی الیکشن میں بشار الاسد نے 88 فیصد ووٹ حاصل کرکے کامیابی حاصل کی تھی، جب کہ اس بار زیادہ اکثریت سے کامیابی کو صدر کے حامی پالیسیوں کی فتح قرار دے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ شام میں ایک دہائی سے جاری جنگ میں 3 لاکھ 88 ہزار افراد لقمہ اجل بن گئے جب کہ 10 لاکھ سے زائد افراد بے گھر ہوچکے ہیں اور داعش جنگجو سمٹ کر صرف ایک علاقے تک محدود ہوگئے ہیں۔ (نیوز ایکسپریس)

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے 6 ریسرچ اسکالرس وزیر اعظم ریسرچ فیلوشپ (PMRF) کے لئے منتخب

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے لئے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ان کے چھ ریسرچ اسکالرس کو دسمبر 2020 کی ڈرائیو کے لیٹرل انٹری اسکیم کے تحت پرائم منسٹر ریسرچ فیلوشپ (پی ایم آر ایف) سے نوازا گیا ہے۔ ان کے نام اور محکمہ/ مراکز مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فوزیہ تبسم - محکمہ سول انجینئرنگ (۲) مومنہ - سول انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ (۳) عذرا ملک - الیکٹریکل انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ (۴) فیروز خان - سینٹر برائے نانولوجی اینڈ نینوٹکنالوجی (۵) عالیہ طیب - بنیادی بین المذاہب ریسرچ سینٹر (۶) آشی سیف - فزیوتھیراپی اینڈری ہیبی لیٹیشن سائنس سینٹر

جامعہ کی وائس چانسلر پروفیسر نجمہ اختر نے تمام محققین کو ذاتی طور پر مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس سے یونیورسٹی کے دوسرے طلبہ بھی تحقیق و ریسرچ میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ بہترین کارکردگی کے لئے تیار ہے اور اپنے طالب علموں کو اونچائیوں کے حصول کے لئے ہر ممکن مدد فراہم کرنے کے لئے پرعزم ہے۔

وائس چانسلر نے اس نمایاں کارنامہ کے لئے کوآرڈینیٹر پی ایم آر ایف - جے ایم آئی پروفیسر عبدالقیوم انصاری کی کاوشوں کو بھی سراہا۔ پی ایم آر ایف - جے ایم آئی کوآرڈینیٹر پروفیسر عبدالقیوم انصاری نے بتایا کہ چھ محققین پہلے دو سالوں میں فی کس 70,000 روپے ماہانہ، تیسرے سال کے لئے 75,000 روپے ماہانہ، چوتھے اور پانچویں سال کے لئے بالترتیب، 80,000 ہزار روپے ماہانہ کی فیلوشپ حاصل کریں گے۔ اس کے علاوہ، ہر فیلوز کو پی ایم آر ایف کے تحت ہر سال 2 لاکھ روپے (پانچ سال کے لئے 10 لاکھ روپے) کی ریسرچ گرانٹ ملے گی۔

اس سے قبل، مئی 2020 کی لیٹرل انٹری اسکیم کے تحت، محترمہ ماریہ خان اور محترمہ آبگینہ شبیر سینٹر فار نینولوجی اینڈ نینوٹکنالوجی (سی این این) کو منتخب کیا گیا تھا۔ (بحوالہ نیوز 18)

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پارامیڈیکل) امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پارا میڈیکل) امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے شعبہ پیتھالوجی کے ڈپلوما کورس (D.M.L.T) میں داخلہ جاری ہے، یہ کورس دو سالہ ہے، اور حکومت بہار کے محکمہ صحت سے مستقل منظور ہے، فزکس، کیمسٹری، بایولوجی اور انگریزی کے ساتھ بارہویں پاس طلبہ داخلہ کے لئے درج ذیل نمبرات پر رابطہ کرکے مزید تفصیل معلوم کرسکتے ہیں۔۔۔فقط

سہیل احمد ندوی
سکریٹری پارامیڈیکل، امارت شرعیہ، پٹنہ

رابطہ نمبر: 8873771070,7250222587,9334338123

اعلان داخلہ

دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ رضا نگر، گون پورہ، پھلواری شریف، پٹنہ

دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ ملک کا ایک اہم تعلیمی وتربیتی ادارہ ہے، اللہ کے فضل سے باصلاحیت ومخلص اساتذہ کی نگرانی میں بہتر تعلیم کا نظم ہے۔ گزشتہ سال لاک ڈاؤن اور کورونا کی وجہ سے دوسرے اہم تعلیمی اداروں کی طرح دارالعلوم الاسلامیہ کا بھی تعلیمی نظام جاری نہیں رہ سکا، وہی صورت حال اب بھی ہے، اس لیے دارالعلوم الاسلامیہ کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آن لائن تعلیم کا سلسلہ جاری کیا جائے۔

اس لیے عربی دوم تا دورہ حدیث تمام طلبہ دارالعلوم الاسلامیہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر آپ اپنی تعلیم اس ادارہ میں جاری رکھنا چاہتے ہیں تو مورخہ ۲۸ رشوال ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۰ رجون ۲۰۲۱ء روز جمعرات تک داخلہ کی کارروائی آن لائن مکمل کرلیں۔ دارالعلوم الاسلامیہ کی طرف سے جاری کردہ درخواست فارم پر اپنی تفصیل لکھ کر دارالعلوم الاسلامیہ کے دفتر انچارج کے واٹس ایپ نمبر 8298591858 پر بھیج دیں، داخلہ فیس پانچ سو روپے مدرسہ کے درج ذیل اکاؤنٹ میں بھیج کر رسید یا اسکرین شارٹ کے ذریعہ دفتر کو مطلع کریں، تا کہ آپ کا داخلہ منظور کرکے آن لائن تعلیم سے آپ کو جوڑا جاسکے۔ جو طالب علم آن لائن تعلیم سے جڑیں گے، مدرسہ کھلنے پر انہیں طلبہ کو مدرسہ میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہوگی۔

ملاحظہ: اگر آپ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مدرسہ میں حاضر تھے، تو اگلے درجہ میں داخلہ لیں۔ جدید طلبہ اسی طرح وہ قدیم طلبہ جنہوں نے گزشتہ سال کسی دوسرے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے، آن لائن داخلہ امتحان دیکر اگلے درجہ میں داخل ہوسکتے ہیں۔ آن لائن داخلہ امتحان ۲۳/۲۴/۲۵ رشوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۵/۶/۷ رجون ۲۰۲۱ء بروز سنیچر، اتوار، سوموار ہوگا، آپ اس کے لیے ناظم تعلیمات سے رابطہ کریں۔ فقط

(مفتی) محمد تبریز قاسمی
ناظم تعلیمات دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ
8083709273

A/C Name:	DARUL ULOOM AL ISLAMIA
A/ C Number:	18242191026394
IfSC Code:	PUNB0182410
Bank Name:	PUNJAB NATIONAL BANK
Branch:	PHULWARI SHARIF, PATNA

نوٹ: معلومات کے لیے مولانا مفتی منت اللہ صاحب قاسمی صدر المدرسین دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ (9430603482) سے بھی رابطہ کرسکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

رہتی دنیا تک مسلمان مسجد اقصیٰ سے دست بردار نہیں ہو سکتے: نائب امیر شریعت

تحفظ شریعت فاؤنڈیشن تلنگانہ کے زیر اہتمام آن لائن ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے نائب امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نے کہا کہ مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلۂ اول، ان کی شناخت اور ان کا ایمان ہے۔ یہیں سے معراج مبارک شروع ہوئی اور یہیں پہ ختم ہوئی، یہ گذشتہ بے شمار انبیائے کرام کا مسکن رہا ہے، اس لئے اس سرزمین سے رہتی دنیا تک مسلمان دست بردار نہیں ہو سکتے۔ فلسطینی مسلمانوں کی ہمت وحوصلے کو ہم سلام پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شعار کے تحفظ کے لئے اپنی عظیم جانی اور مالی قربانی دی اور ہم سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ ان کے پاس اسباب ووسائل کی کمی ہے لیکن صحابۂ کرام کا جذبۂ صادق ان کے سینوں میں موج زن ہے جس کے سبب اللہ کی غیبی نصرت انہیں حاصل ہے اور وہ باطل کے لئے آہنی دیوار اور شمشیر بے نیام ثابت ہو رہے ہیں، دنیا کے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی استقامت کے لئے دعاء کریں اور ان کی مالی اعانت بھی کریں۔ انہوں نے خطاب کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ علمائے کرام کو چاہئے کہ وہ منبر ومحراب سے اس ارض مقدس کے بارے میں عوام کو باخبر کریں اور بالخصوص نئی نسل کو اس کی تاریخ سے آگاہ کریں اور انہیں بتائیں کہ ہمارا یہاں سے کیا تعلق ہے۔ پرنٹ اور الکٹرانک میڈیا کو اس کے لئے استعمال کیا جائے، بہت سے انصاف پسند غیر مسلم حقائق جاننے کے بعد آپ کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور اسرائیلی مظالم اور اس کی ناپاک سازشیں منظر عام پر آسکیں گی، صیہونی طاقتوں کی رسوائی ہوگی اور رائے عامہ کو صحیح رخ مل سکے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ عارضی جنگ بندی مسئلے کا حل نہیں ہے اس کے لئے پائدار حل اور پائدار منصوبہ بنانے کی ضرورت ہے۔ تمام اسلامی ممالک کو اجتماعیت کے ساتھ حکمت عملی پر غور کرنا چاہئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا یہ مسئلہ انسانیت اور ہمدردی کا ہے، حقوق انسانی کمیشن کو چاہئے کہ وہ فلسطین میں بہتے خون کو روکنے کی مکمل کوشش کرے اور اس کے مجرم اسرائیل کو کھلے عام دہشت گرد ملک قرار دے، کیوں کہ خون خرابہ کا سارا کھیل اسی کی طرف سے کھیلا جا رہا ہے۔ اسے اپنی طاقت اور اسلحہ پر گھمنڈ ہے اور اپنے تشدد اور ظلم کے ذریعے فلسطین کی زمین پر قابض ہے اور مزید اپنے ناپاک ارادوں اور منصوبوں پر عمل کرنے کے لئے کوشاں ہے اور اس کے لئے سارے ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے، یہاں تک کہ معصوم جانوں کو تباہ کر رہا ہے۔ بچوں، عورتوں اور بے گناہ عوام کی سسکیوں اور چیخ وپکار سے وہ خوش ہو رہا ہے۔ مسلم ممالک کو بھی اتنی جرأت وہمت نہیں کہ وہ اسرائیل اور اس کے حلیف ممالک کے خلاف کم سے کم صرف رسمی قرارداد پاس کر کے ظلم کے خلاف اپنی آواز اٹھائیں، ہندوستان بہرحال مبارکباد کے قابل ہے کہ اس نے حسب روایت اس بار بھی مظلوم فلسطینی مسلمانوں کا ساتھ دیا ہے۔ انہوں نے تمام ملی قائدین، تمام تنظیموں اور جماعتوں کے ذمہ داروں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سب مل کر اقوام متحدہ اور عرب ممالک کے سربراہان کو خط لکھیں اور انہیں ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے پر زور دیں۔ اس سے انہیں سوچنے کی راہ ملے گی اور مظلوموں کا ساتھ دینے پر وہ مجبور ہوں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مساجد کی طرف سفر کرنے کی اجازت دی ہے جن میں ایک مسجد اقصیٰ بھی ہے، اس سے اشارہ ملتا ہے کہ جس طرح مسلمان مسجد حرام اور مسجد نبوی کا سفر کرتے ہیں اور ان مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہیں ویسے ہی انہیں چاہئے کہ قبلۂ اول مسجد اقصیٰ کی زیارت بھی کریں اور وہاں رہ کر اعتکاف اور دیگر عبادات کا اہتمام کریں، عالم اسلام کے مختلف کونوں سے جب مسلمان وہاں تسلسل سے جائیں گے تو اسرائیل اور دیگر دشمنان اسلام کو احساس ہوگا کہ مسجد اقصیٰ صرف فلسطینیوں کا نہیں بلکہ دنیا کے تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ جس دن انہیں یقین ہو جائے گا کہ مسجد اقصیٰ کا تحفظ تمام عالم اسلام کا مسئلہ ہے اسی دن ان کی شدت میں کمی آجائے گی اور سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ مسجد اقصیٰ کی حفاظت صرف فلسطینی مسلمانوں کی نہیں بلکہ تمام اہل ایمان کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

ممتاز عالم دین حضرت مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری کا انتقال ملک کا بڑا نقصان: امارت شرعیہ

ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مایہ ناز استاذ، بے مثال ادیب وانشاء پرداز، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری مختصر علالت کے بعد مورخہ ۲۸؍ مئی ۲۰۲۱ء کو عین جمعہ کی نماز کے وقت بیاسی سال کی عمر میں رب کائنات سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا ندوی، ضلع مدھوبنی کے موضع ململ کے باشندہ تھے، ان کے والد ماجد حضرت مولانا قاری عبد الحفیظ صاحب علاقہ کے بااثر قراء میں شمار ہوتے، اسی علمی گھرانے میں ۱۹۳۹ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی درجات کی تعلیم علاقہ کے مشہور ومعروف اداروں سے حاصل کرنے کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل درس ہوئے، ۱۹۶۲ء میں عالمیت اور ۱۹۶۴ء میں فضیلت کی سند حاصل کی، اس کے بعد جامعہ ازہر قاہرہ سے ۱۹۸۲ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، آپ کی ذہانت وفطانت اور علمی صلاحیت سے متاثر ہو کر ندوہ کی مجلس انتظامیہ نے ندوہ کا استاذ مقرر کیا، جہاں تادم مرگ عربی ادب کی درجہ علیا کی کتابیں پڑھائیں۔ آپ کا حضرت مولانا سید ابو الحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارشاد کا بھی تعلق تھا۔

ان کے انتقال پر امارت شرعیہ میں نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب کی صدارت میں ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی، جس میں حضرت نائب امیر شریعت نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا نذر الحفیظ صاحب باصلاحیت اور نکتہ رس ادیب وصحافی تھے، قدرت نے ان کے قلم میں دلکشی ورعنائی عطا کی تھی، وہ خوب لکھتے تھے، قوت استدلال سے قارئین کو متاثر کرتے، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات نامی شہرہ آفاق کتاب تصنیف کر کے انہوں نے علم وادب کی دنیا میں بڑی شہرت وناموری حاصل کی۔ ان کی تحریر میں جاذبیت اور کشش تھی، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی سیرت وشخصیت پر ''ابو الحسن علی ندوی؛ کاتبا ومفکرا'' نام کی کتاب لکھی، جس نے عالم عربی میں بڑی پذیرائی حاصل کی۔ ایسے دیدہ ور عالم دین کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ایک بڑا علمی سانحہ ہے، ہم اس غم میں اہالیان ندوہ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم سے اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ندوہ کو حضرت مولانا کا نعم البدل عطا کرے۔

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا نذر الحفیظ صاحب نور اللہ مرقدہ ایک بافیض عالم دین تھے، ان کے شاگرد ملک وبیرون ملک میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کا امارت شرعیہ اور اکابر امارت شرعیہ سے گہرا اور عقیدت مندانہ تعلق تھا، امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ اور مجلس ارباب حل وعقد کے رکن بھی تھے، یہاں کی میٹنگوں میں پابندی سے شریک ہوتے اور اپنے قیمتی مشوروں سے ہم سب لوگوں کو استفادہ کا موقع عنایت فرماتے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، ان کے پسماندگان کے علاوہ ملک وبیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہزاروں شاگردوں کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے کہا کہ مولانا ایک بڑے صاحب قلم عالم دین تھے، وہ اپنی تحریروں سے نئی نسل کی ذہنی وفکری آبیاری کرنے میں مستقل لگے رہتے، نائب ناظم مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا میرے شفیق ومحسن استاذ تھے، ان کے پڑھانے کا انداز بڑا نرالا اور اچھوتا تھا، اللہ نے انہیں افہام وتفہیم کی بڑی اچھی صلاحیت عطا کی تھی، قحط الرجال کے اس دور میں ایسے مربی کا اٹھ جانا ایک بڑا سانحہ ہے۔ مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی صاحب نے کہا کہ مولانا سے امارت شرعیہ کی میٹنگوں میں ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں، وہ بڑے ہی خوش اخلاق اور خوش مزاج عالم دین تھے، جب وہ میٹنگوں میں کوئی تجویز پیش کرتے تو سب لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے، ان کی رائے بہت ہی جچی تلی اور مضبوط ہوا کرتی تھی، امارت شرعیہ سے بہت ہی محبت کرتے اور اس کو اپنے ایمان وعقیدے کا حصہ سمجھتے تھے۔

مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا ندوہ کے نامور اساتذہ کرام میں تھے، طلبہ کے ساتھ ان کا طرز عمل مربیانہ اور مشفقانہ ہوا کرتا تھا، اس کی وجہ سے طلبہ واساتذہ کرام بھی ان سے حد درجہ قریب رہا کرتے تھے۔ وہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے مقبول اساتذہ میں شمار ہوتے۔ ان کا انتقال دار العلوم ندوۃ العلماء اور امارت شرعیہ ہی نہیں بلکہ علمی دنیا کا بڑا نقصان ہے۔

مولانا رضوان احمد ندوی نائب مدیر ہفتہ وار نقیب نے کہا کہ حضرت الاستاذ بڑے نیک عالم دین تھے، وہ عرصہ سے ندوہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اور عربی ادب کی معیاری کتابیں پڑھاتے تھے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے خصوصی تعلق تھا، اس حقیر سے بے پناہ شفقت ومحبت رکھتے تھے، وہ میرے استاذ بھی تھے اور شفیق ومہربان مربی بھی۔

اس تعزیتی نشست میں مولانا ارشد رحمانی آفس سکریٹری، مولانا منت اللہ قاسمی صدر مدرس دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، مولانا محمد شکیل قاسمی، مولانا مفتی تبریز عالم قاسمی، مولانا محمد آفتاب عالم قاسمی اساتذہ دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، مولانا منہاج عالم ندوی، مولانا سید محمد عادل فریدی قاسمی، مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی دربھنگوی، مولانا عبد الماجد رحمانی، مولانا محمد عمران قاسمی کے علاوہ دیگر کارکنان نے بھی شرکت کی۔ آخر میں حضرت

بقیہ: وہ کیا گئے کہ رونق گلشن چلی گئی

وقت گزرتا چلا گیا اور فراغت کے بعد دار العلوم وقف دیوبند سے وابستگی ہوگئی؛ ان کی رہنمائی، خردنوازی سے ہمیشہ مستفید ہوتا رہا؛ کیوں کہ آپ کی یہ خوبی تھی کہ ذرہ بے نشاں کو کندن بنا کر آفتاب وماہتاب بنا دیتے تھے، جوہر شناسی، مردم گری اور شخصیت سازی میں آپ بے مثال تھے۔ اپنے اہم پروگراموں میں مجھ حقیر کو ساتھ رکھتے تھے۔ خصوصاً امارت شرعیہ کے جب ضلعی سطح پر نقباء وممبران کی تربیت کے لیے یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ مختلف اضلاع میں امارت شرعیہ کے اجلاس منعقد ہوئے تو راقم الحروف کو پیش پیش رکھا اور خدمت کا موقع دیا؛ اسی لیے یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ امارت شرعیہ کی ساخت وکاز کو حضرت والا نے جو مضبوطی عطا کی ہے، وہ امارت شرعیہ کی تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ بہ حیثیت امیر شریعت آپ کی زندگی نہایت ہی تابناک اور عبقری ہے؛ کیوں کہ بہت کم وقت میں آپ نے وہ کارنامے انجام دیئے ہیں جن کا اس مختصر عرصے میں تصور بھی محال سا لگتا تھا؛ لیکن حضرت والا نے یہ ثابت کر دکھایا کہ:

گر حوصلہ بلند ہو، کامل ہو شوق بھی
وہ کون سا کام ہے، جو انساں نہ کر سکے

اگر حضرت مفکر اسلامؒ کی زندگی کا سرسری بھی مطالعہ کیا جائے، تو بھی اوراق کثیرہ درکار ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ان چند سطور میں ان کی حیات وخدمات، افکار ونظریات اور مآثر ونقوش کو سمیٹا جا سکے، یہ تو بس چند بکھرے ہوئے خیالات اور منتشر یادوں کی ادنی سی جھلک ہے، جو بے اختیار قلم وقرطاس کی مدد سے صفحات پر نقش ہو گئے ہیں؛ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی یادوں کا بحر ذخار اس قدر موجزن ہے کہ ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ اعصاب پر کنٹرول کر کے یہ چند سطریں لکھنے کی کوشش کی ہے ان شاء اللہ بعد میں تفصیلی مضمون قسط وار آپ کے سامنے پیش ہوگا۔ خداوند قدوس سے دعاء فرمایئے کہ وہ آپ کی مغفرت فرمائے، درجات کو بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نُور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

Scanned with CamScanner

وفیات

حضرت قاری عثمان صاحب کی وفات ایک عظیم حادثہ: حضرت نائب امیر شریعت

پورے ملک کے لیے یہ خبر صاعقۂ آسمانی سے کم نہیں کہ جمعیۃ علماء ہند کے صدر، دارالعلوم دیوبند کے کارگزار مہتمم اور مایہ ناز استاذ حدیث حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری کا بتاریخ 21 مئی 2021 مطابق 8 شوال المکرم 1442 ہجری بروز جمعہ تقریبا سوا ایک بجے 76 سال کی عمر میں میدانتا ہاسپٹل گڑگاؤں میں انتقال ہوگیا ،اناللہ وانا الیہ راجعون! حضرت قاری صاحب کے انتقال سے پورا ملک سوگوار ہے اور ملک کی اہم ترین شخصیات نے اظہار تعزیت کیا ہے۔امارت شرعیہ میں جیسے ہی حضرت قاری صاحب نوراللہ مرقدہ کے سانحہ ارتحال کی خبر پہونچی ہر شخص رنج وغم میں ڈوب گیا۔نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب کی صدارت میں امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں ایک تعزیتی نشست کا بھی انعقاد کیا گیا ،جس میں امارت شرعیہ کے کارکنان وذمہ داران نے شرکت کی ۔اس تعزیتی نشست میں اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے امارت شرعیہ بہار،اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نے حضرت مولانا قاری عثمان صاحب منصور پوری کی وفات کو پوری ملت کے لیے ایک عظیم حادثہ قرار دیا ہے،آپ نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ آپ کے انتقال سے دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علمائے ہند ہی نہیں بلکہ پوری ملت ایک عظیم استاذ، با بصیرت قائد، دوراندیش مدبر اور قابل منتظم سے محروم ہوگئی ہے۔آپ نے نہایت پاکیزگی اور دیانت وامانت کے ساتھ ایک مثالی اور اصولی زندگی گزاری۔آپ طلبہ کے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت سے پیش آتے ،اپنی نرم گفتاری، منکسر المزاجی ،خوش اخلاقی ،طلبہ کے ساتھ ہمدردی اور مشفقانہ رویہ کی وجہ سے امتیازی شان رکھتے تھے ۔آپ ہمہ جہت شخصیت کے حامل اور بے مثال ملی قائد تھے ،جمعیۃ علماء ہند کے صدر کی حیثیت سے آپ نے ملک کے مسلمانوں کی رہنمائی اور قیادت کے فرائض بہت ہی حسن وخوبی سے انجام دیے،آپ امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نوراللہ مرقدہ کے درسی ساتھی تھے،اور دونوں کے مراسم بہت ہی گہرے تھے،ایک دوسرے کا آپس میں احترام قابل رشک تھا،امارت شرعیہ سے بھی ان کی قلبی وابستگی تھی ،اللہ پاک بال بال مغفرت فرمائے ، درجات بلند فرمائے ،اپنے شایان شان جزاء عطا فرمائے اور آپ کے صاحبزادگان اور دیگر تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمود مدنی صاحب زید مجدہم اور دیگر ذمہ داروں کے لیے بھی یہ بہت بڑا حادثہ ہے،اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جمعیۃ علماء ہند کو حضرت قاری صاحب کا نعم البدل عطا کرے۔

جناب مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ آپ دارالعلوم دیوبند کے مقبول اساتذہ میں سے تھے، زہد وتقویٰ ،سادگی ،خشیت الٰہی ،حسن اخلاق ،طلبہ کے ساتھ شفقت ومہربانی ،انتظامی صلاحیت میں یکتا تھے،آپ کی رحلت ملت اسلامیہ کا عظیم خسارہ ہے۔اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے ،انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام مرحمت فرمائے ،دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور ان کے پسماندگان کے علاوہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ان کے ہزاروں شاگردوں کو صبر وثبات کی توفیق دے، آمین۔مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ حضرت قاری صاحب نہ صرف فن حدیث کے متبحر عالم تھے بلکہ بابصیرت قائد ، بے مثال منتظم، صاحب تقویٰ اور بلند پایہ انسان تھے۔ان کے انتقال سے نہ صرف مادر علمی دارالعلوم دیوبند بے مثال منتظم ومدبر اور متبحر استاذ سے محروم ہوا بلکہ ملت ایک عظیم قائد سے محروم ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند، جمعیۃ علماء ہند اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔اس تعزیتی نشست میں جناب سمیع الحق صاحب نائب انچارج بیت المال ،مولانا ارشد رحمانی آفس سکریٹری ،مولانا عبدالماجد قاسمی صاحب ،مولانا منہاج عالم ندوی اور مولانا محمد عمران قاسمی نے بھی شرکت کی ،آخر میں یہ نشست حضرت نائب امیر شریعت صاحب کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

مولانا نور عالم خلیل امینیؒ کے انتقال سے ملت ایک عظیم علمی شخصیت سے محروم: امارت شرعیہ

ملک کے نامور اور مشہور عالم دین، دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز استاذ، جریدہ الداعی کے ایڈیٹر حضرت مولانا نور عالم خلیل امینیؒ طویل علالت کے بعد ۲۰ ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ روز سوموار رب کائنات سے جا ملے ،اناللہ وانا الیہ راجعون، وہ کافی دنوں سے بیمار تھے،اور بالآخر علم وادب کا یہ درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ حضرت مولاناؒ کی ولادت ۱۹۵۲ء میں ہوئی ،ان کا آبائی وطن ضلع سیتا مڑھی کی ایک آبادی رائے پور میں ہے،مدرسہ امدادیہ دربھنگہ ،دارالعلوم مئو،دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ امینیہ دہلی میں تعلیم پائی اور دس سالوں تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا،پھر ۳۹ رسال تک ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں منصب درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا،آپ نے جن اساتذہ سے خوشہ چینی کی ان میں مولوی ابراہیمؒ صاحب ،مولانا ادیس صاحب رائے پوریؒ ،مولانا ریاست علی بجنوری،مولانا امین صاحب ادروی،مولانا عبدالحق صاحب اعظمی شیخ ثانی دارالعلوم دیوبند،قاری محمد یاسین صاحب ،مولانا وحیدالزماں کیرانوی،مولانا حسین بہاری،مولانا قمرالدین گورکھپوری،مولانا خورشید احمد دیوبندی اور حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کا نام سرفہرست ہے۔آپ کے قابل ذکر علمی وتصنیفی کارناموں میں "وہ کوہ کن کی بات، فلسطین کسی صلاح الدین کے انتظار میں، پس مرگ زندہ، موجودہ صلیبی وصہیونی جنگ، کیا اسلام پسپا ہورہا ہے، مفتاح العربیہ، الدعوۃ الاسلامیہ بین الامس والیوم" وغیرہ شامل ہیں۔

ان کے وصال پر حضرت مولانا محمد شمشاد صاحب رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنے تعزیتی پیغام میں گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا نور عالم خلیل امینیؒ کا علمی لحاظ سے مقام ومرتبہ بہت بلند تھا،آپ کے انتقال سے ملک ایک ممتاز عالم اور بے مثال ادیب سے محروم ہوگیا ایک طویل عرصے تک انہوں نے دین اور علم کی خدمت انجام دی اور علم وادب کی وادی کو منور کیا، ان کا درس مثالی اور ان کی طرز زندگی نمونہ کی تھی، وہ ایک مقبول استاذ ،مستند اور معروف عالم دین بالخصوص عربی زبان وادب میں یکتائے روزگار تھے،ان کے جانے سے دارالعلوم دیوبند ایک شفیق استاد اور بہترین ادیب اور عظیم علمی شخصیت سے محروم ہوگیا۔اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے، حضرت مولاناؒ کے انتقال پر دفتر امارت شرعیہ میں ایک تعزیتی نشست زیر صدارت جناب مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ منعقد ہوئی، جس میں امارت شرعیہ کے ذمہ دار اصحاب وکارکنان نے شرکت کی اور گہرے رنج والم کا اظہار کیا، قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولاناؒ کا علم وفضل ،زہد وتقویٰ میں ممتاز مقام تھا، وہ ایک شخص نہیں بلکہ ایک انجمن تھے،عربی ادب پر ان کو بڑا عبور حاصل تھا، ان کی عربی ادب کی خدمات کو دیکھتے ہوئے صدر جمہوریہ ایوارڈ سے نوازا گیا،عربی بولنے اور لکھنے پر ان کو جس قدر عبور حاصل تھا اردو ادب میں بھی اسی طرح مہارت تھی جو ان کی تصنیفات سے جگ ظاہر ہے،پورے ملک کو ان کے زبان وادب کی وجہ سے ان پر ناز تھا،حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا آخری مضمون جسے انہوں نے تحریر فرمایا جس کے بعد کوئی مضمون نہیں آیا وہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی نوراللہ مرقدہ امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی رحلت سے غمزدہ ہوکر لکھا ہوا مضمون ہے **"آہ! مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ"** جو حضرت امیر شریعت کے وصال ہی کے دن انہوں نے ۳ راپریل ۲۰۲۱ء کو لکھا تھا، اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے ۔ جناب مولانا قاضی انظار عالم صاحب قاسمی قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ نے اپنے گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی "میرے استاذ محترم تھے،ان کے افہام وتفہیم کا اندازہ بڑا نرالا تھا،سادہ مزاج اور کامیاب مدرس تھے،کوشش ہوتی کہ اپنے اندر کی صلاحیتوں کو اپنے شاگردوں تک پہونچا دیا جائے وہ ایک بااصول ،اور دین وشریعت کے پابند،نفیس ،انسان تھے،امارت شرعیہ کے کئی پروگراموں میں تشریف لاچکے تھے،ان کے جانے سے ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ استاذ محترم کی مغفرت فرمائے ۔جناب مولانا مفتی سعید الرحمٰن صاحب قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے فرمایا کہ مولانا نور عالم خلیل امینیؒ جیسی شخصیتیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں جن کے جانے کا صدمہ کافی بڑا ہوتا ہے ان پر علم وادب کو ناز تھا؛ بلکہ آپ ادب عربی کے آبرو تھے،ان کا علم بڑا پختہ تھا اللہ ان کی مغفرت فرمائے درجات کو بلند کرے ،اس تعزیتی نشست میں جناب مولانا ابوالکلام شمسی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ، جناب سمیع الحق صاحب نائب انچارج بیت المال امارت شرعیہ، جناب مولانا مجیب الرحمٰن صاحب دربھنگوی معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ، مولانا محمد منہاج عالم ندوی ،مولانا امام الدین صاحب قاسمی ،مولانا صابر حسین قاسمی وغیرہم نے بھی صدمہ کا اظہار کیا اور پھر قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے مولانا علیہ الرحمۃ ،مولانا معین الدین قاسمی گیاوی، مولانا حسین احمد صاحب دربھنگہ، مولانا مقصود صاحب حاجی پور، جناب مولانا طیب صاحب قاسمی سہرسہ، جناب محسن انجینئر صاحب، جناب پروفیسر محمد محفوظ الرحمٰن اختر صاحب پٹنہ، ودیگر مرحومین کے لیے دعاء مغفرت فرمائی۔

مولانا سید حمزہ حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ کا وصال پوری ملت کیلئے باعث صدمہ: امارت شرعیہ

علم، علماء، اہل فکر ونظر، ملی سیاسی ،تعلیمی اور فلاحی شخصیات تیزی سے ہم سے رخصت ہورہی ہیں، قیمتی جانیں زیر زمیں ہورہی ہیں، وہ حضرات جو اپنی ذات میں ایک شخص ہی نہیں ایک مکمل جماعت تھے، جن کے گرد ان سے استفادہ کرنے والوں کا جم غفیر ہوا کرتا تھا، وہ نفوس قدسیہ بڑی خاموشی اور سرعت کے ساتھ سدا کے لیے داغ مفارقت دیکر آخرت کی راہ لے رہی ہیں، جتنی اہم شخصیات اس ایک ماہ میں ہم سے رخصت ہوئیں اتنی شخصیات برسہا برس میں بھی رخصت ہوتے دیکھا، سنا نہیں گیا، یہ باتیں نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا محمد شمشاد صاحب رحمانی قاسمی نے حضرت مولانا حمزہ حسنی نوراللہ مرقدہ نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے انتقال پرملال پر اپنے تعزیتی کلمات میں کہیں، حضرت نائب امیر شریعت نے فرمایا کہ مولانا کا انتقال نہ صرف ندوۃ العلماء جیسے عظیم علمی ادارہ کا نقصان ہے بلکہ یہ پوری ملت اسلامیہ کا نقصان ہے۔اللہ تعالیٰ مولانا علیہ الرحمۃ کی مغفرت فرمائے ،جنت میں اعلیٰ مقام دے اور ندوۃ العلماء سمیت پوری ملت کو صبر وہمت اور بہتر بدل عطا فرمائے ،مولانا کی وفات سے امارت شرعیہ اپنا نقصان محسوس کررہی ہے،مولانا نے ندوۃ العلماء کے نائب ناظم ہونے کی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دیں اللہ تعالیٰ ان کو قبر میں کروٹ کروٹ راحت وسکون عطا فرمائے اور جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ دے۔امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے تعزیتی کلمات میں کہا کہ مولانا ندوۃ العلماء لکھنؤ کی جان اور ادارہ کے ہر بڑے چھوٹے کے لیے ایک ہمت اور حوصلہ تھے، وہ پورے اخلاص اور کامل جدوجہد کے ساتھ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم اعلیٰ ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے دست راست بن کر کاموں کو انجام دیتے رہے ،ان کی موجودگی حضرت ناظم صاحب کے لیے خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نصرت تھی، آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں اس کمی کا احساس نہ صرف ندوۃ العلماء اور اس سے وابستہ اداروں کو ہے بلکہ ملک کے تمام اہل علم و فکر سمیت امارت شرعیہ کو بھی ہے۔امارت شرعیہ کے قاضی شریعت جناب مولانا محمد انظار عالم قاسمی نے کہا کہ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے انتظام وانصرام کی بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔امارت شرعیہ کے نائب ناظم جناب مولانا سہیل احمد ندوی نے کہا کہ مولانا نے ندوۃ العلماء کے اکابر اور بانیان کے طرز پر ندوۃ العلماء کو باقی رکھتے ہوئے حضرت ناظم صاحب مولانا رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا مخلصانہ ساتھ دیا۔امارت شرعیہ کے صدر مفتی جناب مولانا سہیل احمد قاسمی نے کہا کہ اپنی ذمہ داریوں کے تئیں کافی حساس اور جواب دہ رہے اور ندوۃ کے ترقیاتی کاموں کے لیے جانے جاتے تھے۔ جناب مولانا مفتی سعید الرحمان قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ ندوۃ العلماء کے لیے مولانا کا وصال بڑا علمی اور انتظامی خسارہ ہے، اللہ تعالیٰ پوری ملت کو ان کا بدل عطا فرمائے ،اس موقع پر امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داران وکارکنان نے بھی اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مصیبت کی اس گھڑی میں امارت شرعیہ پوری طرح ندوۃ العلماء کے غم میں شریک ہے، اللہ تعالیٰ مولانا علیہ الرحمۃ کو جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ دے اور ندوۃ العلماء کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آمین۔

Scanned with CamScanner

وفیات

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کا انتقال علمی دنیا کا بڑا سانحہ: حضرت نائب امیر شریعت

دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز استاذ حدیث اور مشہور محدث حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نے اسے علمی دنیا کا بڑا حادثہ قرار دیا ہے، آپ نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ مولانا مرحوم تقریباً چالیس سالوں سے دارالعلوم دیوبند میں علمی خدمات انجام دے رہے تھے، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونے والی ماہانہ میگزین ترجمان دارالعلوم دیوبند کے چیف ایڈیٹر اور استاذ حدیث تھے۔ فن اسماء الرجال کے ماہر تھے۔ آپ طلبہ کے درمیان مقبول ترین اساتذہ میں سے ایک تھے۔ مولانا مرحوم تاریخ پر گہری نظر رکھتے تھے اور آپ کی کئی کتابیں تاریخ اور دیگر موضوعات پر عوام وخواص کے درمیان مقبول ہیں۔ دارالعلوم میں آپ نے طلبا کی کئی کتابیں پڑھائیں، خاص طور پر دورۂ حدیث شریف میں آپ کا ابوداؤد شریف کا درس بہت مقبول تھا۔ حدیث شریف پڑھانے کا آپ کا منفرد اور نرالا انداز تھا۔ فن حدیث کے ساتھ ساتھ اردو ادب پر بھی آپ کی اچھی گرفت تھی اور آپ ایک ماہر انشاء پرداز اور صاحب طرز ادیب بھی تھے۔ آپ کے انتقال سے دارالعلوم دیوبند ہی نہیں بلکہ پوری علمی دنیا کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ آپ کئی دنوں سے علیل تھے اور حالیہ دنوں میں اپنے وطن (اعظم گڑھ) کے ایک ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ لیکن وقت موعود آچکا تھا اور ۳۰ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۳ مئی ۲۰۲۱ء کو تقریباً ۷۷ سال کی عمر میں آپ نے اس دار فانی کو الوداع کہہ دیا اور دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام مرحمت فرمائے، دارالعلوم دیوبند کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور ان کے پسماندگان کے علاوہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ان کے ہزاروں شاگردوں کو صبر وثبات کی توفیق دے، آمین!

مولانا قاری معین الدین صاحب گیاوی کا وصال ملت کا بڑا خسارہ: امارت شرعیہ

مدرسہ قاسمیہ گیا کے مہتمم جمعیۃ العلماء بہار کے صدر محترم حضرت مولانا قاری معین الدین قاسمی گیاوی کے سانحہ ارتحال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد صاحب رحمانی قاسمی نے کہا کہ مولانا بزرگوں کی یادگار اور عظیم علمی وروحانی خانوادے کے سچے وارث تھے، بے نفسی اور خاموشی کے ساتھ ملت کے لیے کام کرنا آپ کی عادت شریفہ تھی، وہ حلم وبردباری، تحمل اور خوش اخلاقی کے ساتھ ملی خدمات تادم اخیر انجام دیتے رہے، آپ نمونہ کے لوگوں میں تھے، ان کے انتقال سے ملت کا ایک روشن چراغ بجھ گیا، جس طرح جامعہ قاسمیہ گیا اور جمعیۃ العلماء بہار اور دوسرے ان سے وابستہ ادارے اور افراد کے لیے ان کی رحلت سے ایک خلا پیدا ہوا ہے، امارت شرعیہ بھی ایک نیک صفت عالم دین کے رخصت ہونے سے خلا محسوس کر رہی ہے اللہ تعالیٰ مولانا کو جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ دے اور ملت کو ان کا نعم البدل عنایت فرمائے، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی نے اپنی تعزیتی کلمات میں فرمایا کہ مولانا نے مدرسہ قاسمیہ گیا کے مہتمم اور جمعیۃ العلماء بہار کے صدر ہونے کی حیثیت سے جو کام کیا ہے وہ ان کے لیے یقیناً ذخیرۂ آخرت ہوگا، مولانا فخر الاولیا حضرت مولانا قاری فخر الدینؒ کے فرزند رشید تھے، انہوں نے اپنے والد کی علمی اور روحانی وراثت کی تادم آخر حفاظت کی، تواضع، انکساری، اور لوگوں سے مسکرا کے ملنا آپ کی پہچان بن چکی تھی، وہ اس زمانہ میں غنیمت اور بافیض عالم دین تھے، ان کے ہمارے درمیان سے چلا جانا یقیناً بڑا خسارہ ہے، امارت شرعیہ کے مفتی جناب مولانا سعید الرحمٰن قاسمی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا کا وصال ہم سب کے لیے صبر آزما اور ملت کے لیے امتحان کی گھڑی ہے، مولانا کا وجود مسلمانان ہند بالخصوص اہالیان بہار کے لیے ایک بڑی نعمت تھی، وہ عالم باعمل اور متبع سنت انسان تھے، اس موقع پر امارت شرعیہ کے ذمہ داران وکارکنان نے بھی اظہار تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا جتنے عظیم خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے اور جن علمی وعملی صفات سے متصف تھے ایسے لوگ اب کم رہ گئے ہیں، وہ اخلاص وللہیت کے پیکر انسان تھے، گوشہ گمنامی میں وہ دین متین کی خدمت کرنے کو پسند فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ جامعہ قاسمیہ اور جمعیۃ العلماء سمیت تمام دینی، ملی اور فلاحی اداروں کی حفاظت فرمائے اور مولانا کے اخروی درجات کو بلند فرمائے۔

الحاج شمس الہدیٰ صاحب بڑے نیک دل اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے: نائب امیر شریعت

امارت شرعیہ کے نائب ناظم جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی کے خسر محترم الحاج شمس الہدیٰ صاحب ۷ ارمضان جمعہ کی شب اللہ کو پیارے ہوگئے، ان کی تدفین جمعہ کے دن ساڑھے دس بجے میر ٹولہ قبرستان سہرسہ میں عمل میں آئی، نماز جنازہ مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ نے پڑھائی۔ جناب الحاج شمس الہدیٰ صاحب نہ صرف مفتی صاحب کے خسر محترم تھے بلکہ ان کا اور ان کے گھرانے کا امارت شرعیہ اور خانقاہ رحمانی سے مستحکم رشتہ رہا ہے، پورا خانوادہ خانقاہ رحمانی سے بیعت وارشاد سے تعلق رکھتا ہے، حاجی صاحب مدھیلی بازار ضلع مدھے پورہ کے رہنے والے تھے اور اپنے علاقہ کی بااثر شخصیت تھے، جب بھی امارت شرعیہ اور حضرت امیر شریعت کا کوئی بھی پیغام پہونچتا تو اس کو روبہ عمل لاتے، حاجی صاحب کی وفات کی خبر سنتے ہی نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نے صاحب اظہار تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حاجی صاحب کو قابل رشک موت عطا فرمائی، رمضان کا مہینہ، جمعہ کی مبارک رات ۷ ارمضان کی مبارک تاریخ ایسی چیزیں ایک ساتھ کم جمع ہو پاتی ہیں اور پھر اس پر شہادت کا مژدہ یقیناً بڑی خوش نصیبی کی بات ہے، اور عند اللہ مقبولیت کی علامت ہے، انہوں نے کہا کہ حاجی صاحب کی موت سے نہ صرف علاقہ کے لوگوں کو بلکہ حلقۂ امارت کو بھی گہرا دکھ پہونچا ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنی شان کے مطابق جنت میں بلند مقام عطا کرے، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ حاجی صاحب کی وفات سے امارت شرعیہ ایک نہایت مخلص اور ہمدرد فرد سے محروم ہوگئی، مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا ان کی وفات ہم سب کے لیے گہرے صدمے کا باعث بنا ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، نائب ناظم امارت شرعیہ جناب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے کہا کہ مرحوم بڑے مہمان نواز، اور دینی درد رکھنے والے انسان تھے، میری ملاقات ان کے گھر پر ہی ہوئی تھی میں نے انہیں علماء کا بڑا قدرداں پایا، قاضی شریعت جناب مولانا مفتی محمد انظار عالم صاحب قاسمی نے فرمایا کہ وہ بڑے مخلص اور ملنسار، سادگی کے پیکر تھے، ہر ایک سے محبت والفت رکھتے تھے اور اس موقع پر صدر مفتی امارت شرعیہ جناب مولانا سہیل احمد قاسمی، جناب مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ، مولانا رضوان احمد ندوی ودیگر ذمہ داران وکارکنان نے بھی ان کی وفات پر اپنے دکھ درد کا اظہار فرمایا اور مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر وثبات کی دعاء فرمائی۔

الحاج سید ثناء اللہ رضوی، تنویر احمد ایم ایل سی، پروفیسر شکیل احمد صمدانی کا انتقال ملی خسارہ: امارت شرعیہ

جناب الحاج سید محمد ثناء اللہ رضوی، سینئر سیاسی رہنما جناب تنویر حسن ایم، ایل سی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے قانونی فیکلٹی ڈین پروفیسر شکیل احمد صمدانی صاحب بھی ہمیں ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا اللہ راجعون اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ دے، اور ان کے وارثین کو صبر جمیل عطا فرمائے، یہ باتیں حضرت مولانا محمد شمشاد صاحب رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنے تعزیتی بیان میں کہیں، حضرت نائب امیر شریعت نے کہا کہ الحاج سید محمد ثناء اللہ رضوی صاحبؒ نے لمبے عرصہ تک ادارہ شرعیہ سلطان گنج کے پلیٹ فارم سے قوم وملت کی خدمت انجام دی، وہ ایک خوش اخلاق اور وسیع النظر انسان تھے، جناب تنویر صاحب مسلمانوں میں خاص طور سے ایک ابھرتا ہوا چہرہ تھے اور جرأت مند قیادت کی صلاحیت رکھنے والے شخص تھے، ان کی وفات سے نہ صرف یہ کہ پارٹی کا نقصان ہوا بلکہ پوری ریاست کا نقصان ہوا ہے، جناب پروفیسر شکیل احمد صمدانی صاحب نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیئے بلکہ مختلف پلیٹ فارم سے ملی مسائل کو اٹھاتے رہے، وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن بھی تھے اور حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا سید محمد ولی رحمانی نور اللہ مرقدہ سے گہری عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ الحاج سید ثناء اللہ رضوی سرپرست ادارہ شرعیہ اپنے خوش اخلاقی، خوش طبعی، ملنساری اور احترام انسانیت کی علامت بن چکے تھے، وہ مسلمانوں کے تمام طبقات میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے، مسلکی جھگڑوں سے اوپر اٹھ کر ملی اتحاد کے لیے کام کیا کرتے تھے، امارت شرعیہ اور دیگر ملی وسماجی تنظیموں سے ان کا برابر کا رابطہ تھا، ان کا انتقال اتحاد امت کی راہ میں بڑا نقصان ہے، جناب تنویر صاحب ایک منجھے ہوئے سیاسی رہنما تھے، ملی مسائل پر ان کی گہری نظر تھی، وہ عوام اور حکومت کے درمیان ایک مضبوط کڑی کی حیثیت رکھتے تھے، ان کے انتقال سے سماج ایک مخلص رہنما سے محروم ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان رخصت ہونے والوں پر اپنا فضل فرمائے، اور جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ دے اور ملت کو ان کا بہتر بدل عطا فرمائے۔

حضرت مولانا مفتی عبد الرزاق صاحب کے انتقال سے ملک ایک با فیض عالم دین سے محروم ہو گیا: حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی

مدھیہ پردیش کے ممتاز عالم دین، مفتی اعظم مدھیہ پردیش، جمعیۃ علماء ہند کے قومی نائب صدر، خلیفہ مجاز خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند و نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، شاگرد رشید حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مجاہد آزادی حضرت مولانا مفتی عبد الرزاق خان قاسمی صاحب کی رحلت پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا کہ مفتی عبد الرزاق صاحب کے انتقال سے ملک ایک بافیض عالم ربانی سے محروم ہوگیا۔ آپ کی پیدائش ۱۳ اگست ۱۹۳۲ء کو ہوئی اور ۲۶ مئی ۲۰۲۱ء کو نواسی سال کی عمر میں کئی مہینے کی علالت کے بعد اس دار فانی کو الوداع کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مفتی صاحب نہ صرف مدھیہ پردیش بلکہ ملک کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے، آپ نے اپنی پوری زندگی دین اور علم دین کی خدمت کرتے ہوئے گزاری، آپ مدھیہ پردیش کے موقر دینی ادارے جامعہ اسلامیہ ترجمہ والی مسجد بھوپال کے بانی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کے قیمتی ایام اس ادارہ کی نشو ونما اور اس کی تعمیر وترقی میں لگا دیے، اللہ تعالیٰ نے اس ادارہ کو پورے ملک میں مقبولیت عطا کی ہے اور اس سے کسب فیض کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ملک وبیرون ملک میں ہے۔ آپ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگردوں میں تھے، آپ نے اپنی پوری زندگی عالمانہ وقار اور داعیانہ کردار کے ساتھ سلف صالحین کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے گزاری، علمی کاموں کے علاوہ آپ مسلمانوں کے دیگر سماجی، قومی وملی مسائل پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے اور ان کے حل کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے آپ کی ملی خدمات قابل تحسین ہیں۔ آپ مدھیہ پردیش کے مقبول ومحبوب علماء میں شمار ہوتے تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے قومی نائب صدر ہونے کے ساتھ ساتھ رابطہ مدارس اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کے صوبہ مدھیہ پردیش کے صدر بھی تھے، اس کے علاوہ متعدد دینی اداروں کے سرپرست تھے۔ آپ نے ملک کی آزادی کی لڑائی میں بھی حصہ لیا تھا، جنوری ۲۰۲۱ء میں گورنر مدھیہ پردیش آنندی بین پٹیل کے ہاتھوں آپ کو جنگ آزادی میں حصہ لینے کے لیے اعزاز سے بھی نوازا گیا تھا۔ آپ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مجاز بیعت تھے، اپنے پیر ومرشد سے ان کا بڑا ہی والہانہ تعلق تھا، اکثر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تصوف وسلوک کے منازل طے کرتے۔ ان سے میری کئی ملاقاتیں ہیں، جب بھی دارالعلوم تشریف لاتے، ان کی مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملتا، بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ بڑے منکسر المزاج، خوش خلق اور نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی مغفرت فرمائے، ان کے حسنات کو قبول کرے، سیئات سے درگزر کرے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے، تمام پسماندگان کو صبر وثبات کی توفیق دے اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آمین۔ قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے مفتی صاحب کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل تھی، آپ مدھیہ پردیش کے معروف ومقبول دینی وملی شخصیت شمار ہوتے تھے، آپ دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے تھے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی وفات یقیناً ملت کا بڑا خسارہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

آم کے بے شمار فائدے

آم کوپھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے اس کا صرف ذائقہ ہی لاجواب نہیں ہوتا بلکہ آم کھانے کے بیشمار فوائد ہیں۔
مہرخبررساں ایجنسی نے غیرملکی ذرائع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آم کوپھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے اس کا صرف ذائقہ ہی لاجواب نہیں ہوتا بلکہ آم کھانے کے بیشمار فوائد ہیں۔

آم کے بہترین فوائد: پختہ آم مولد خون ہے۔ یہ آنتوں کو قوت دیتا ہے۔ آم مقوی باہ ہے۔ یہ معدہ' گردہ'مثانہ کوطاقت دیتا ہے۔ قدرے دیر ہضم ہوتا ہے۔ تین ماشے آم کا گودا پانی کے ساتھ دینے سے پیچش بند ہوجاتے ہیں۔ آم کا مربہ پھیپھڑوں' دل اور مثانے کوطاقت دیتا ہے۔
بعض اطباء کے نزدیک اگر آم کے پھولوں کو جب وہ نئے نئے نکلے ہوں تو ہاتھ میں رگڑ کر پھینک دیں اور بچھو کی کاٹی ہوئی جگہ پرصرف ہاتھ پھیرنے (تین دفعہ) سے زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ ہاتھ میں آم کے تازہ پھولوں کا اثر ایک سال تک رہتا ہے۔ آم کو چوس کر کھانا بہتر ہوتا ہے۔ آموں کو برف یا ٹھنڈے پانی میں تھوڑی دیر رکھ کر کھانا چاہیے اور کھانے سے پہلے اچھی طرح سے دھولینا چاہیے تاکہ آم کی گوند اچھی طرح سے صاف ہوجائے۔ ورنہ وہ گلے میں خراش کا سبب بنتی ہے۔ آم کھانے کے بعد دودھ کی لسی ضرور پینی چاہیے۔ آم اعضائے رئیسہ کوقوت دیتا ہے۔ اس کے کھانے سے جسم موٹا ہوتا ہے۔ بے خوابی کی شکایت دور کرنے کیلئے ایک آم کا کھانا اور بعدازاں ٹھنڈا دودھ پینا بے حد مفید ہوتا ہے۔ آم پیشاب آور ہے۔ اگر آم کھانے کے بعد تھوڑے سے جامن کھالیے جائیں تو اس کی گرمی زائل ہوجاتی ہے۔ میٹھے اور تازہ آم کا تھوڑا سا گودا اگر حاملہ کو روزانہ کھلایا جائے تو ایسا کرنے سے بچہ تندرست اور صحت مند پیدا ہوتا ہے۔

جلد بوڑھا ہونے سے بچاتا ہے : طبی ماہرین کے مطابق آم وٹامن ای سے بھرپور ہے جس کے استعمال سے انسان صحت مند اور شاداب رہتا ہے جب کہ یہ وٹامن جلد کوتر وتازگی فراہم کرتے ہیں اور چہرے پر دانوں اور کیل مہاسوں سے بچاتے ہیں۔ آم میں شامل وٹامن سی خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم کرتا ہے جب کہ اس میں موجود وٹامن اے بینائی کو کمزور ہونے سے بچاتا ہے اور اس کے علاوہ یہ پھل سورج کی تیز شعاعوں سے بھی آنکھوں کوخراب ہونے سے بچاتا ہے۔

دمے سے محفوظ رکھتا ہے : ماہرین کے مطابق آم میں موجود اجزا انسانی جسم کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوتے ہیں اور جولوگ آم کا زیادہ استعمال کرتے ہیں ان کے دمے کے مرض میں مبتلا ہونے کے امکانات کم سے کم ہوجاتے ہیں۔

کینسر سے بچاؤ میں معاون: طبی ماہرین کے مطابق آم میں شامل اینٹی آکسیڈنٹ آنتوں اور خون کے کینسر کے خطرے کوکم کرتا ہے جب کہ گلے کے غدود کے کینسر کے خلاف بھی یہ مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ماہرین کے مطابق کولون یا بڑی آنت کے سرطان کے خلاف آم ایک اہم مدافعانہ ہتھیار ثابت ہوا ہے اور آم کھانے کے شوقین لوگوں میں اس سرطان کی شرح نمایاں طور پر کم دیکھی گئی ہے۔

ہڈیوں کی صحت کیلیے مفید: ماہرین کا کہنا ہے کہ آم کا استعمال ہڈیوں کی بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے اس میں موجود کیلشیم ہڈیوں کومضبوط رکھتا ہے اور آم کھانے کے شوقین افراد میں وقت سے پہلے ہڈیوں کی کمزوری کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔

ذیابطیس میں بھی کار آمد: تحقیق کے مطابق آم میں موجود وٹامن اے، بی، سی اور فائبر کے علاوہ 20 دیگر اجزا پائے جاتے ہیں جو خون کی گردش میں شکر کے جذب ہونے کے عمل کوکم کرتے ہیں۔ امریکی ماہرین کے مطابق آم میں موجود قدرتی مٹھاس کی مناسب مقدار شوگر کے مریضوں کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتی۔

نظام ہاضمہ کیلیے ضروری: آم میں موجود ریشے جنہیں فائبر بھی کہا جاتا ہے آنتوں کی صفائی کرتے ہیں اور نظام ہضم کو درست رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

دل کی صحت کیلیے مفید: ماہرین کا کہنا ہے کہ دل کے امراض میں مبتلا افراد کے لیے آم ایک بہترین پھل ہے اس میں موجود پوٹاشیم، فائبر اور وٹامن دل کی صحت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں جب کہ اس میں موجود بڑی تعداد میں پوٹاشیم بلڈ پریشر کوکنٹرول کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

انفیکشن کے خلاف مؤثر دوا: ماہرین صحت کے مطابق تمام بیکٹیریا کا حملہ اس لیے ممکن ہوتا ہے کہ جسم کی خارجی تہہ بنانے والی بافتیں کمزور ہوجاتی ہیں تاہم آم کے موسم میں اس کا آزادانہ استعمال بافتوں کی اس کمزوری کو دور کرتا ہے چنانچہ بیکٹیریا کا جسم میں داخلہ ممکن نہیں رہتا اس کیفیت کے بعد پے درپے انفیکشن مثلاً نزلہ، زکام اور ناک کی سوزش رونما نہیں ہوئی۔ اس تحفظ کی وجہ آم میں پائی جانے والی وٹامن اے کی وافر مقدار ہے۔

آم کے دیگر فوائد : آم بینائی کوقوت دیتا ہے۔ دودھ پلانے والی خواتین کو آم کھلانے سے ان کے دودھ میں اضافہ ہوتا ہے۔ آم کے پتوں کی چائے پینے سے نزلہ' زکام' دماغ کی کمزوری اور ہچکی دور ہوجاتی ہے۔ لو لگنے کی صورت میں کچے آم کو آگ میں بھون کر گڑ کے شربت میں اس کا رس ملا کر پلانے سے فوری آرام ہوجاتا ہے۔ جسم کی خشکی' بے رونقی' زردی اور کمزوری کو دور کرنے کیلئے روزانہ ایک آم کھانا اور بعدازاں ایک گلاس لسی استعمال کرنا بے حد مفید ہے۔ مثانے کی پتھری دور کرنے کیلئے صبح نہار منہ کچے آم دو تین تولے روزانہ کھلانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ آم کی گٹھلیاں دو عدد اور تین دانہ سیاہ مرچ کو رگڑ کر سانپ کاٹنے والے کو پلانے سے مارگزیدہ کوسردی محسوس ہوگی اور زہر دور ہوجائے گا۔ آم کا تازہ رس پانچ تولہ' میٹھا دہی ایک پاؤ اور ادرک کا رس چائے والا ایک چمچہ تمام کوملا کر پینے سے زرد چہرہ' کمزور اور مشکل سے سانس نکلنا کی بیماریوں کیلئے بے حد مفید ہے۔

ہفتۂ رفتہ — راشد العزیزی ندوی

حکومت کے ڈیجیٹل قوانین کے خلاف وہاٹس ایپ نے عدالت میں اپیل داخل کی

مرکزی حکومت کے نئے ڈیجیٹل قوانین کے بارے میں بحث ومباحثہ جاری ہے، اسی اثناء میں ان قواعد کے خلاف میسجنگ ایپ وہاٹس ایپ نے عدالت میں اپیل کی۔ وہاٹس ایپ نے صارفین کی رازداری پر اثرات کا حوالہ دیا ہے۔ اس ایپ نے دہلی ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی ہے۔ پلیٹ فارم کا کہنا ہے کہ ان قوانین سے وہ صارفین کے رازداری کے تحفظ کوتوڑنے پر مجبور ہوجائے گا۔ فیس بک کی ملکیت والی کمپنی نے یہ مقدمہ درج کرایا ہے۔ ان قواعد کے تحت، وہاٹس ایپ پر ایک نیا لازمی اطلاق ہوگا جو پوچھے جانے پر یہ بتانا پڑتا ہے کہ پہلے ایپ پر کوئی خاص پیغام کہاں سے آیا ہے۔ وہاٹس ایپ نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا ہے کہ چیٹس کوٹریس کرنے پر مجبور کرنے والا یہ قانون وہاٹس ایپ پر آنے والے ہر پیغام کی فنگر پرنٹ رکھنے کے مترادف ہے۔ اگر ہم یہ کرتے ہیں تو آخری سے آخر تک خفیہ کاری بے معنی ہوگی اور لوگوں کی رازداری کے حق کی بھی خلاف ورزی ہوگی۔ کمپنی کے ترجمان نے کہا ہے کہ ہم نے اپنے صارفین کے رازداری کے حق کے تحفظ کے لیے سول سوسائٹی اور دنیا بھر کے ماہرین کے ساتھ مسلسل آواز اٹھائی ہے۔ اس دوران ہم اس مسئلے پر قابل عمل حل تلاش کرنے کے لیے حکومت ہند سے مستقل مذاکرات جاری رکھیں گے، تاکہ ہم لوگوں کی رازداری کا تحفظ کرسکیں اور جومعلومات ہمارے پاس ہیں ان کے مطابق جائز قانونی درخواستوں کے ساتھ تعاون کرسکیں۔

ملک میں 11 سال کی ریکارڈ سطح پر پہنچی خوردنی تیلوں کی قیمت

ملک میں خوردنی تیل کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق خوردنی تیل کی قیمتیں گذشتہ ایک دہائی کی اپنی بلندترین سطح پر پہنچ محکمہ خوراک اور عوامی تقسیم نے خوردنی تیل کی بڑھتی قیمت کو لے کر اس میں شامل تمام فریقوں کے ساتھ میٹنگ کی۔ میٹنگ میں محکمہ نے ریاست کے ساتھ ساتھ کاروباری اداروں سے خوردنی تیل کی قیمتوں کوکم کرنے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرنے کوکہا ہے۔ اس میٹنگ کے بعد محکمہ نے ایک بیان بھی جاری کیا۔ بیان کے مطابق پچھلے کچھ مہینوں میں بین الاقوامی مارکیٹ میں خوردنی تیل کی قیمتوں کے مقابلے ہندوستان میں ان کی قیمتوں میں بہت زیادہ اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ اس پر مرکزی حکومت نے بھی اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ ہندوستان میں خوردنی تیل کا 60 فیصد سے زیادہ بیرون ملک سے درآمد کیا جاتا ہے، اس لئے اسے بین الاقوامی قیمتوں کے ساتھ جوڑ کر دیکھا جارہا ہے۔ اسٹیٹ سول سپلائیز ڈیپارٹمنٹ کے اعداد وشمار کے مطابق ملک میں خوردہ خوردنی تیل کی ماہانہ اوسط قیمت جنوری 2010 کے بعد سے اپنی اعلی ترین سطح پر پہنچ چکی ہے۔ یہ اعداد وشمار صارفین کی امور، خوراک اور عوامی تقسیم کی وزارت کی ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔ موصولہ اعداد وشمار کے مطابق مئی کے مہینے میں سرسوں کے تیل کی اوسط قیمت 164.44 روپے فی کلو ہوگئی۔ جو پچھلے سال کے مئی کے مہینے سے 39 فیصد زیادہ ہے۔ مئی 2020 میں سرسوں کے تیل کی اوسط قیمت 118.25 روپے فی کلو تھی۔ یہ تیل زیادہ تر ہندوستان میں گھروں میں کھانا پکانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مئی 2010 میں اس کی قیمت 63.05 روپے فی کلو تھی۔ ہندوستان میں بہت سے گھروں میں کھجور کا تیل بھی استعمال ہوتا ہے۔ مئی کے مہینے میں اس کی اوسط قیمت 131.69 روپے فی کلو تھی جو پچھلے سال کے مقابلے میں 49 فیصد زیادہ ہے۔ مئی 2020 میں پام آئل کی اوسط قیمت 88.27 روپے فی کلو تھی۔ وہیں اپریل 2010 میں اس کی قیمت 49.13 روپے فی کلو تھی۔ دیگر تیلوں میں مونگ پھلی کے تیل کی اوسط قیمت 175.55 روپے، سبزی تیل کی قیمت 128.7 روپے، سویابین تیل کی 148.27 روپے اور سورج مکھی کے تیل کی فی کلو 169.54 روپے ہوگئی ہے۔ پچھلے سال کے مقابلے میں ان تیلوں کی اوسط قیمت میں 19 سے 52 فیصد کا اضافہ درج کیا گیا ہے۔

ملزم کوضمانت دیتے وقت عدالت کوجرم کی سنگینی کا اندازہ کرنا ہوگا: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ کسی ملزم کوضمانت دیتے وقت عدالت کومبینہ جرم کی سنگینی کا اندازہ لگانا ہوگا اور بغیر کسی وجہ کے حکم منظور کرنا بنیادی طور پر عدالتی عمل کی رہنمائی کرنے والے اصول کے خلاف ہے۔ جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ اور جسٹس ایم آر شاہ کی بنچ نے یہ تبصرہ الہ آباد ہائی کورٹ کے اس حکم کو درکنار کرتے ہوئے کیا، جس نے جہیز قتل کیس کے ایک ملزم کوضمانت دے دی تھی۔ بنچ نے کہا کہ موجودہ معاملہ کی طرح مبینہ جرم کی سنگینی سے ہائی کورٹ بھی لاعلم نہیں ہوسکتی، جہاں شادی کے ایک سال کے اندر ہی ایک عورت کی غیر فطری موت ہوگئی۔ اس میں کہا گیا ہے کہ الزامات کے پیش نظر مبینہ جرم کی سنگینی کا اندازہ لگانا ہوگا کہ جہیز کے لئے اسے ہراساں کیا گیا ہے۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ جہیز کے الزام میں ملزمان کے خلاف ہراساں کرنے کے مخصوص الزامات ہیں۔ بنچ نے کہا کہ بغیر کسی وجہ کے حکم منظور کرنا عدالتی طریقہ کار کی سمت دکھانے والے بنیادی قواعد کے منافی ہے۔ متاثرہ خاتون کے بھائی نے ایف آئی آر میں الزام لگایا تھا کہ شادی کے وقت 15 لاکھ روپے نقد رقم، ایک گاڑی اور دیگر سامان جہیز کے طور پر دیا گیا تھا لیکن دولہا اس کے علاوہ اور رقم مانگ رہا تھا۔ جہیز ممنوعہ ایکٹ کی متعلقہ دفعات کے تحت مقدمہ درج کیا گیا تھا۔

Volume:61/71,Issue: 18-22 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

شکوۂ ظلمت شب سے کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے
(احمد فراز)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/61

کورونا کے قہر میں ایک دانشورانہ فیصلہ

ڈاکٹر مشتاق احمد

کورونا کی مہلک وبا اپنے شباب پر ہے، چاروں طرف اموات کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے، گزشتہ سال کے کورونا کی لہر اور اس سال کی لہر میں بنیادی فرق یہ ہے کہ گزشتہ سال اس وبا سے متاثر ہونے والے افراد معمولی طبی سہولیات کی بدولت بھی موت سے بچ رہے تھے لیکن اس سال مرنے والوں کی تعداد میں بے تحاشا اضافہ ہوتا جارہا ہے اور متاثرین کی تعداد میں روزانہ لاکھوں کا اضافہ ہورہا ہے۔ کیونکہ ملک میں طبی سہولیات کا بنیادی ڈھانچہ دیگر ممالک کی طرح مستحکم نہیں ہیں؛ لہٰذا افراتفری کا عالم ہے اور بیماریوں سے کہیں زیادہ اب عوام الناس میں موت کا خوف گہرا ہوتا جارہا ہے، معمولی سردی کھانسی کو بھی لوگ کووڈ سمجھ رہے ہیں اور خوف کے مارے جاں بحق بھی ہورہے ہیں۔ گذشتہ سال بھی اسی طرح کا ماحول پیدا ہوا تھا، لیکن جلد ہی اس پر قابو پالیا گیا تھا۔ مگر اس بار ہر سطح پر ناکامی دیکھنے کو مل رہی ہے۔ دراصل انتظامیہ ناکام ہوچکی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے پاس مریضوں کی جان بچانے کے لئے نہ خاطر خواہ ادویہ ہیں اور نہ دیگر طبی سہولیات۔ خاص کر آکسیجن کی کمی نے موت کے خوف کو اور بھی سنگین بنادیا ہے، سوشل میڈیا کے انقلابی دور میں قبرستانوں اور شمشانوں میں نعشوں کے انبار کی تصویریں عام ہورہی ہیں۔ سڑکوں پر بھاگتے لوگوں کی تصویریں دکھائی جارہی ہیں۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے مگر اس سے بھی پورے ملک میں خوف وہراس کا ماحول بڑھا ہے۔ افواہوں کا بازار گرم ہے، شاید اس لئے اموات میں بھی اضافے ہورہے ہیں۔ مگر افسوس کہ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتیں بھی اس طرح کے ماحول پر قابو پانے میں ناکام ہیں۔ نتیجہ ہے کہ پورے ملک میں پریشان کن منظرنامہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کورونا کی دوسری لہر صرف ہندوستان میں آئی ہے بلکہ دیگر ممالک میں بھی اس نے اپنا قہر جاری رکھا ہے۔ مگر دوسرے ممالک نے گزشتہ سال سے سبق سیکھ کر مقابلے کی بھرپور تیاری کی ہے۔ اپنے اپنے ملکوں میں طبی سہولیات کے بنیادی ڈھانچوں کو مستحکم کیا ہے۔ اور اس طرح کے حالات سے کس طرح مقابلہ کیا جاسکے گا اس کے لئے ذہن سازی بھی کی ہے؛ لیکن اپنے وطن عزیز ہندوستان میں جس سنجیدگی سے کام ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوسکا اور وبا کو بہت ہلکے طور پر لیا گیا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ کورونا کو بھی سیاسی حربہ بنایا جانے لگا۔ عوام الناس کی طرف سے بھی لاپرواہیاں کی گئی ہیں کہ لاکھ سرکاری احکامات کے باوجود جس سختی اور سنجیدگی سے ماسک پہننے کا عمل ہونا چاہئے اس کی پابندی نہیں ہوئی۔ اب جب کہ چاروں طرف کورونا وائرس نے ہوا کے ساتھ اپنا سفر شروع کردیا ہے اور انسانی جانیں تلف ہورہی ہیں تو طرح طرح کی تدبیریں کی جارہی ہیں۔ مگر سچائی تو یہ ہے کہ اب بہت دیر ہوچکی ہے اور نتیجہ سامنے ہے کہ محض ایک ماہ پہلے تک کورونا کے مریض کی شناخت ہزاروں میں ہورہی تھی اب ایک دو نہیں بلکہ روزانہ چار لاکھ تک پہنچ گئی ہے اور مرنے والوں کی تعداد بھی لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ پہلے تو ملک کے بڑے بڑے شہروں میں اس کا قہر برپا ہوا تھا اب گاؤں گاؤں تک پھیل گیا ہے، شہر سے ہجرت کرکے گاؤں آنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہورہا ہے اور اس کے ساتھ اس مہلک بیماری کا دائرہ بھی بڑھ رہا ہے۔

غرض کہ اب یہ وبا بے قابو ہوچکی ہے اور متاثرین کی تعداد اتنی ہوچکی ہے کہ سب کا علاج ممکن بھی نہیں۔ اس لئے انفرادی احتیاط ہی جاں بخش ہوسکتا ہے۔ سب سے بڑا المیہ تو یہ ہے کہ اسپتالوں میں مریضوں کو جگہ نہیں مل رہی ہے اور لاشوں کو قبرستانوں وشمشان لے جانے والے نہیں مل رہے ہیں۔ خدا بھلا کرے ان رضار تنظیموں کے رضاکاروں کا جو اپنی جان ہتھیلی پر لے کر میتوں کو آخری منزل تک پہنچا رہے ہیں۔ اگر ہمارے ملک میں ایک سال کے اندر طبی سہولیات کے ڈھانچوں کو مستحکم کیا جاتا تو ممکن تھا کہ جو حالات اس وقت پیدا ہوئے ہیں اس سے نجات حاصل ہو مگر اب بھی سیاسی بیان بازی کا زور زیادہ اور عملی اقدام کم۔ اگر عالمی برادری نے اس مشکل حالات میں ساتھ نہیں دیا ہوتا تو نہ جانے اور کیا حشر ہوتا۔ اب کئی ممالک نے آکسیجن فراہم کی ہے اور ویکسن بھی آرہی ہیں اس لئے امید بندھی ہے کہ حالات پر قابو پاسکیں گے۔ اس مشکل اور نازک وقت میں بھی ملک میں دوا کی کالابازاری ہورہی ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں اس لئے وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی جان بچانے کی فکر میں ہے۔ بڑے شہروں کی تو بات چھوڑیے اب دیہی علاقوں میں بھی دوا کی کالابازاری ہورہی ہے۔ اس کی وجہ سے بھی حالات مزید سنگین ہوئے ہیں کہ عام لوگوں کے اندر موت کا خوف بڑھتا جارہا ہے۔ کہیں کہیں تو لوگوں نے صبر کا دامن بھی چھوڑ دیا ہے اور ہنگامہ آرائی بھی ہورہی ہے۔ مگر ایسا ہونا بھی تو وبا پر قابو پانے کا عمل نہیں ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مشکل وقت میں جن سے جو کچھ بن پڑتا ہے وہ کریں اور ایک دوسرے کے معاون بنیں اور عوام الناس کو خوف وہراس کے ماحول سے باہر نکالیں۔

جہاں تک ریاست بہار کا سوال ہے تو یہاں کے حالات بھی سنگین ہوتے جارہے ہیں۔ اس مہلک وبا کے متاثرین کی تعداد میں بھی اضافہ ہورہا ہے اور مرنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے۔ حکومت نے اس پر قابو پانے کے لئے کئی طرح کے اقدام کئے ہیں، اس درمیان بہار کے گورنر جو اعلیٰ تعلیم یعنی یونیورسیٹوں کے چانسلر ہوتے ہیں انہوں نے ایک دانشورانہ فیصلہ کیا ہے، ریاست کی یونیورسیٹیوں کالجوں میں گرمی کی تعطیل یکم جون سے تیس جون تک ہوتی تھی؛ لیکن گورنر موصوف شری پھاگو چوہان صاحب نے اس چھٹی کو بدل کر اب یکم رمئی سے ۳۰ رمئی تک کردیا ہے۔ بلاشبہ اس فیصلے سے کورونا قابو پانے میں مدد ملے گی۔ کیونکہ کالج اور یونیورسیٹی کھلے رہنے کی وجہ سے طلبا کی آمدورفت جاری رہتی اور کورونا کو پھیلنے کا موقع ملتا۔ اب جبکہ یونیورسیٹیوں اور کالجوں کو بند کردیا گیا ہے تو کورونا کی کڑی کو توڑنے میں مدد ملے گی۔ کیونکہ بہار میں اس وقت کورونا کی لہر اپنے شباب پر ہے۔ ماہرین امراض کا کہنا ہے کہ اب کورونا وائرس ہواؤں کے ذریعے پھیل رہی ہے ایسے میں وقت میں گورنر صاحب کا یہ فیصلہ عوام الناس کے مفاد میں ہے کہ ایک طرف تو طلبہ بھی محفوظ رہیں گے اور دوسری طرف ان میں متاثرین مریض کی وجہ سے دوسرے بھی متاثرین نہیں ہوں گے۔ حکومت بہار نے ویکسن کے مراکز میں بھی اضافہ کیا ہے لیکن سچائی یہ ہے کہ ضرورت کے مطابق ویکسن نہیں مل پارہی ہے۔ اب جبکہ حکومت نے یکم مئی سے ۱۸ سال سے ۴۵ سال تک کے افراد کو ویکسن لینے کی اپیل کی ہے تو ایسی صورت میں سب سے پہلے خاطر خواہ تعداد میں دوا کا مہیا کیا جانا ضروری ہے ورنہ پھر ویکسین مراکز پر ہجوم امڈ پڑے گا اور افراتفری کا ماحول پیدا ہوگا۔ اس لئے سرکاری طور پر جب تک یہ یقینی نہیں بنایا جاتا کہ ہر مراکز پر مطالبے کی تعداد میں ویکسین موجود ہے، یرے خیال میں حکومت بروقت کوئی فیصلہ کریگی تاکہ آنے والے دنوں میں ویکسین کے مراکز پر بھیڑ جمع نہ ہوسکے کیونکہ اس وقت جس طرح کا نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے اس سے بھی افراتفری کا ماحول ہے اور اس سے بھی کورونا کو پھیلنے کا موقع مل رہا ہے سرکاری اور غیر سرکاری اسپتالوں میں خصوصی احتیاط کے ساتھ ویکسین دی جانی چاہیے اگرچہ حکومت میں آن لائن رجسٹریشن کی سہولت دے رکھی ہے لیکن جتنے لوگ رجسٹریشن کراتے ہیں اتنی ویکسین نہیں مل پارہی ہے اس کی وجہ سے ہنگامہ آراء بھی ہوتی ہے اب چونکہ نوجوان طبقہ مراکز پر آئیں گے تو نئے جوش وخروش کے ساتھ رہیں گے بھی یا نہیں یہ کہنا مشکل ہے ہے اس لیے پہلے سے ہی ہوشیار رہنا ہوگا سماج کے سنجیدہ بیدار لوگوں کو بھی اس قومی فریضہ کو انجام دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہوگا، میرے خیال میں اس کام میں رضا کار تنظیموں کے رضاکاروں کو اور اسکول وکالج کے این سی سی این ایس ایس اور طلبہ یونین کے عہدیداروں کو ویکسین کے مراکز پر لگایا جانا چاہیے تاکہ وہ جن کے میگا مرحلے میں انتظامیہ کا ساتھ دیں اور پرامن طریقے سے سب لوگوں کو ویکسین دیا جاسکے کیونکہ آنے والے دنوں میں کورونا کا قہر جاری رہنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ بین الاقوامی اداروں نے اشارہ کیا ہے اور اسی طور پر ڈبلیو ایچ او نے کہا ہے کہ اگر ہندوستان میں ویکسینیشن اور احتیاطی اقدامات کو یقینی نہیں بنایا گیا تو اموات میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے امریکہ اور جرمنی جیسے ممالک نے وقت رہتے ہوئے احتیاطی اقدامات کیے ہیں تو ان ممالک میں کورونا کی لہر بھی کم ہوئی ہے اور اموات میں بھی کمی ہورہی ہے اس لیے وقت کا تقاضا یہ ہے کہ مرکزی حکومت اور تمام ریاستی حکومت یہ خطوط پر کام کریں اور صد فیصد لوگوں کو ویکسین مہیا کرائیں تاکہ عوام خوف وہراس اس کی کیفیت سے نجات پاسکے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس آپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah
اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner